جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ / فروری ۲۰۱۸ء

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنّی دُنیا

بریلی شریف

FEBRUARY-2018

چیف ایڈیٹر
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

ایڈیٹر
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

ماہنامہ سنی دنیا

अब हिन्दी में भी

हिन्दी पढ़ने वालों के लिये एक अहम खुशख़बरी

हुज़ूर ताजुश्शरिया की सरपरस्ती में मरकज़े अहले सुन्नत बरेली शरीफ़ से शाय होने वाला

माहनामा

सुन्नी दुनिया

जनवरी-2018 से हिन्दी में भी शाय हो रहा है।

हिन्दी पढ़ने वाले अपने दोस्त व अहबाब को इसका मेम्बर बनने के लिये हमारे एकॉन्ट में मेम्बर शिप की सालाना रक़म जमा कर के अपना मुकम्मल नाम व पता और रक़म की डिटेल 9411090486 पर WhatsApp कर दें या हमारे पते पर मनिऑर्डर भी कर सकते हैं, रक़म मिलते ही आपके पते पर रिसाला जारी कर दिया जायेगा।

सालाना 250/- सादा डाक से

सालाना 500/- रजिस्टर्ड डाक से

Account Details:
ASJAD RAZA KHAN
SBI A/C No. 10592358910
IFSC Code SBIN0000597

Mahnama Sunni Duniya, 82 Saudagaran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif, U.P, Pin - 243003

Cont: +91 9411090486,7055078619,9719918868

اہل سنت کی فلاح و بہبود کے لئے اور انکے ایمان و اسلام کی حفاظت کے لئے اعلیٰ حضرت کی قائم فرمودہ جماعت رضائے مصطفیٰ کے 100 سال پورے ہو رہے ہیں اس موقع پر جماعت رضائے مصطفیٰ کا

جشن صدسالہ

عظیم الشان پیمانے پر منایا جائے گا



احباب اہل سنت سے پرخلوص اپیل کی جاتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس کے ممبر بنیں اور ملک کے ہر گوشے میں اسکی شاخیں قائم کر کے اس جشن صدسالہ کا حصہ بنیں۔

राब्ते के पते

JAMAT RAZA-E-MUSTAFA

Head Office: Behind Dargah Alahazrat Saudagaran, Bareilly Shreeef (U.P.) 243003

+91 7055078618 / 7055078619 / 7055078621 / 7055078622

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

FEBRUARY-2018 جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ / فروری ۲۰۱۸ء

شمارہ نمبر ۲ Issue 2

جلد نمبر ۳ Vol. 3

زیر سرپرستی

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی مدظلہ العالی قاضی القضاۃ فی الہند

مدیر اعلیٰ

مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر

مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا
معین اختر رضوی، کمپیوڈیکشن بے آرایم ہیڈ آفس

سالانہ ۲۵۰ روپے سادہ ڈاک سے | فی شمارہ ۲۰ روپے | سالانہ ۵۰۰ روپے رجسٹرڈ ڈاک سے

پاکستان، بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے | دیگر ممالک ۳۵ امریکی ڈالر

نوٹ:
رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک۔ نیچے دیئے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:
9259089193

ہدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سنی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

قانونی انتباہ:
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آراء سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔



گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زر سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

رابطہ کا پتہ: دفتر ماہنامہ سنی دنیا، ۸۲ سوداگران، بریلی شریف، یوپی Cont. Add

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82 Saudagran, Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Cont. No. 0581-2458543, 2472166, 3291453 :فون
E-mail:- sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us: www.aalaahazrat.com, cisjamiaturraza.ac.in, hazrat.org

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

کلماتِ حجۃ الاسلام

”اتفاق کی کوشش کے لئے ہمیں سب سے پہلے اس اصلِ اعظم کو اپنے پیشِ نظر رکھنا چاہئے کہ ہمیں اہلِ سنت کے ساتھ اتفاق کرنا اور انہیں ایک رشتہ میں مربوط کر کے ان کی منتشر قوت کو یکجا کرنا ہے......... مختلف مذاہب ملا کر ہرگز ایک نہیں کئے جاسکتے .... وہ اختلاف جو مسلمانوں کے شیرازہ کو درہم برہم کرتا ہے اور جس کی بنیاد تکبر وغرور اور نفسانیت وخودنمائی کی زمین میں رکھی گئی ہے، اس کو دور کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی گئی، مسلمانوں کے درمیان شریعتِ طاہرہ نے عقائد واعمال سے گو امتیاز قائم کیا ہے لیکن پیشہ اور حرفت ونسب کو ذریعہ جدال نہیں بنایا......... مسلمانوں میں کوئی حقیر وذلیل نہیں ہے، ایک دوسرے سے محبت اور عزت کرو، خدارا ہوش میں آؤ اور تباہ کر ڈالنے والے غرور ترک کر دو۔“

[خطبہ صدارت]

منظومات

سرور عالم کا در ہے چپ رہو

از: علامہ سید اولاد رسول قدسی

یاد ان کی ہم سفر ہے چپ رہو
ان کے جلووں پر نظر ہے چپ رہو

رحمتوں کی گود میں ہے میرا سر
ان کی مدحت کا اثر ہے چپ رہو

ان کے نورانی تصور میں ہوں گم
دل میرا رشک قمر ہے چپ رہو

چل رہی ہے فضل کی ٹھنڈی ہوا
شام حسرت کی سحر ہے چپ رہو

دولت ایمان نہ چھن جائے کہیں
سرورعالم کا در ہے چپ رہو

سنگ اسود ان کی بوسہ گاہ ہے
یہ معظم بخت در ہے چپ رہو

سایہ افگن ہے فرشتوں کی قطار
ان کا در اور میرا سر ہے چپ رہو

ان کے دامن سے رہو لپٹے ہوئے
دین و دنیا کل ادھر ہے چپ رہو

محفل میلاد کی تنویر سے
چرخ برکت میرا گھر ہے چپ رہو

غیب داں ہیں وہ بفضل رب انہیں
ساری باتوں کی خبر ہے چپ رہو

ان کا گستاخ یوں ہی تا حیات
در بدر تھا در بدر ہے چپ رہو

ان کی راہوں سے جو کترا کے چلا
اس کا ساحل خود بھنور ہے چپ رہو

اختلاط ان کے عدو سے ایک پل
یہ نہ کہنا بے ضرر ہے چپ رہو

مسلک احمد رضا کے ما سوا
یہ نہ پوچھو حق کدھر ہے چپ رہو

ان کے غم میں اشک کا بہتا ہوا
قدسی ہر قطرہ گہر ہے چپ رہو

تابش روئے صفا حامد رضا

از: ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد

شمع بزم اصفیا حامد رضا
لمع جذب اتقیا حامد رضا

نازش اہل صفا حامد رضا
تابش روئے صفا حامد رضا

شاغل ذکر خدا حامد رضا
ناعت خیر الوریٰ حامد رضا

نیچی نظروں کی ادا حامد رضا
بے ریا و باحیا حامد رضا

لازم وملزوم ہیں جو بھی کہیں
حجۃ الاسلام یا حامد رضا

حق نما حق آئینہ حق کی اذاں
حق صفت حق کی صدا حامد رضا

کائنات حسن میں چرچا ترا
ایسا تیرا حسن تھا حامد رضا

اہل بدعت اہل سنت ہوگئے
دیکھ کر چہرا ترا حامد رضا

بادۂ حب رضا میں مست ہوں
تو مرا ساقی بنا حامد رضا

میرے والد حضرت عبد الغفور
جن پہ تجھ کو ناز تھا حامد رضا

تیری نسبت پر سدا نازاں رہے
حامدی تھا سلسلہ حامد رضا

اور میں تاج الشریعہ کا غلام
جو ترا پرتو ہوا حامد رضا

اصفیا و اتقیا ان کے اسیر
جلنے والے اشقیاء حامد رضا

میں زمیں سے آسماں تک آ گیا
اس سے بڑھ کر اور کیا حامد رضا

در حضور توست کردہ التجا
ننگ خلق امجد رضا، حامد رضا

اداریہ

مولانا محمد عبد الرحمن [illegible]

طلاق ثلاثہ کے خلاف بل اور اس کے مضمرات ومحرکات کے تناظر میں لکھی گئی ایک چشم کشا تحریر

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

آر ایس ایس کے زہریلے خمیر سے اٹھنے والی بی جے پی جب اپنی شرمناک تگڑم بازیوں کے ذریعہ برسر اقتدار آئی تھی، اسی وقت یہ یقین ہو چلا تھا کہ ہندو مسلم میں نفرتوں کی آبیاری کرنے والی یہ پارٹی مذہبی عداوتوں کی فصل ضرور کاٹے گی لیکن وہ اس میں اتنی جلد بازی کرے گی، اس کا اندازہ ہرگز نہ تھا، اس حکومت کے آتے ہی اس کے سائے میں گئو رکچھا کے نام پر بے قصور انسانوں کا قتل عام کیا جانے لگا، انھیں زندہ جلایا جانے لگا، لو جہاد کے نام پر نئی نسل کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے دفن کیا جانے لگا، ہندو مسلم بھائی چارگی کی فضا کو منافرت کے زہر سے مسموم کرنے کی کوششیں ہونے لگیں، غرض کہ مسلمانوں کو ٹارگٹ کرنے کے نئے نئے طریقے اپنائے جانے لگے۔

مودی حکومت مسلم عورتوں کے ساتھ انصاف کرنے کے نام پر تین طلاق کے خلاف ایک ایسا بل لائی ہے جو عورتوں کو ”تاڑ سے ٹپکا، کھجور میں اٹکا“ کے تحت مزید مشکلات کی آگ میں جھونکنے والا ہے، طلاق کے بعد تو عورت ویسے ہی پریشان تھی، اب اور کورٹ کچہری کی صورت میں پریشانیاں دوچند ہوگئیں، پہلے کم از کم سابقہ قانون اور گاؤں سماج کے دباؤ میں شوہر سے اخراجات تو مل جاتے تھے جس سے عورت اپنا اور اپنے بچوں کا گزارا کر لیا کرتی تھی، اب تو وہ شوہر بھی جیل میں ہے، گاؤں سماج کچھ والے بھی تو کس سے؟ کون پرسان حال ہوگا؟ اب تو شوہر کے گھر والے بھی غم وغصہ میں ہوں گے کہ اس نے ان کے کماؤ فرد کو جیل میں بند کرا دیا اور اب چلی ہے گزارا بھتہ کی فرمائش کرنے، پہلے تو کسی حد تک سسرال والوں کی ہمدردیاں ساتھ ہوتی تھیں جنھیں اس نے خود ہی شوہر کو جیل بھیج کر ختم کر دیں۔

بی جے پی حکومتیں عام لوگوں کی فلاح وبہبود کے لئے کام کرنے کے بجائے آج ملک میں ہر وہ کام کر رہی ہیں جس سے ہندو مسلم منافرت کے شعلے بھڑکیں، کسان خودکشی کر رہے ہیں، نوجوان نوکریوں کے لئے دربدر بھٹک رہے ہیں، ملکی معیشت تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے، غنڈہ گردی نئے نئے رنگ و روپ اختیار کر رہی ہے، قتل وغارت گری شباب پر ہے، زندہ انسانوں کو نذر آتش کیا جا رہا ہے، تعلیم کے نام پر لوگوں کا استحصال کیا جا رہا ہے اور غریبوں کے لئے تعلیم تو آج بھی ”جوئے شیر“ ہی کے مترادف ہے، کرپشن کی گرم بازاری ہے، عورتوں کی عزت وآبرو سرعام تارتار کی جا رہی ہے، مہنگائی نے عوام کی کمر توڑ رکھی ہے، عام ہندوستانیوں کے بینک کھاتے ”مودی جی کے پندرہ لاکھ“ کی ایک پھوٹی کوڑی کو بھی ترس گئے، یہ وہ ضروری مسائل ہیں جو چیخ چیخ کر حکومت کے ساتھ ساتھ عام ہندوستانیوں کو بھی اپنی جانب توجہ دینے کی فریاد کر رہے ہیں، لیکن مرکزی حکومت کو ان سارے مسائل سے کہیں زیادہ اہم صرف مسلم عورتوں کے وہ معاملے نظر آ رہے ہیں جن کا تعلق اسلامی احکام سے ہے، جیسے یہ تین طلاق کا معاملہ۔

جب سے بی جے پی برسر اقتدار آئی ہے، عوام کے اصل مسائل چھوڑ کر اپنی پوری توانائی انھیں غیر ضروری معاملوں کو ہوا دینے میں صرف کر رہی ہے، یہ صورت حال کسی بھی جمہوری ملک کے لئے نہایت ہی خطرناک ہے، یہ حالات عام ہندوستانیوں سے اس امر پر سنجیدگی سے غور کرنے کا تقاضہ کر رہے ہیں کہ کیا ہم نے نکاح وطلاق کے مسئلے حل کرنے کے لئے بی جے پی کو اقتدار سونپا تھا؟ کیا ہم نے کھانے پینے کا ”مینو“ بنانے کیلئے ہندوستان کی باگ ڈور مودی جی کے ہاتھوں میں تھمائی تھی؟ کیا ہم نے مندر ومسجد بنانے کے لئے اس حکومت کو منتخب کیا تھا؟

ادار یہ

اگر حکومت صحیح معنوں میں عورتوں کے ساتھ انصاف کی خواہاں ہوتی تو عام عورتوں کے لئے فلاح وبہبود، ان کی عزت و آبرو کی حفاظت کو یقینی بنانے کے لئے اقدامات کرتی نہ کہ عورتوں کو ہندو مسلم کے خانوں میں بانٹ کر؟ حکومت کا یہ عمل یہ واضح کرتا ہے کہ اسے دراصل کسی سے کوئی ہمدردی ہے ہی نہیں، خواہ وہ ہندو عورت ہو یا مسلم عورت! اسے تو صرف ہندو مسلم کارڈ کھیل کر اپنی سیاسی روٹی سینکنی ہے اور بس! ورنہ مودی جی سب سے پہلے ان ۲۰ رلاکھ ہندو عورتوں کو انصاف دینے کی بات کرتے جنھیں ان کے شوہروں نے بغیر کسی طلاق کے چھوڑ رکھا ہے، انھیں ان کی تو کوئی فکر نہیں لیکن صرف ۲۹۰۰ رسو مسلم عورتوں کی فکر انھیں کھائے جارہی ہے؟ جبکہ یہ وہی مودی جی ہیں جن کے دور حکومت میں ان مسلم عورتوں کی سرعام عصمت دری کی گئی، زندہ حاملہ عورتوں کے پیٹ چیر کر ان کے بچے قتل کردیئے گئے، ان کے بیٹوں، شوہروں اور سرپرستوں کو ان کی آنکھوں کے سامنے زندہ جلادیا گیا، یہاں تک کہ مودی جی کے لوگوں نے قبروں سے نکال کر مسلم عورتوں سے "بلاتکار" کرنے کی حیا سوز باتیں کیں، مودی جی! یہ وہ وقت تھا جب آپ مسلم عورتوں سے ہمدردی جتاتے، یہ وقت تھا ان کو انصاف دلانے کا، اس وقت کہاں تھے آپ؟ اس وقت تو آپ خواب خرگوش کے مزے لیتے رہے اور آج اچانک آپ کے دل میں مسلم عورتوں سے ہمدردی کا طوفان امنڈنے لگا؟ جبکہ مسلم عورتوں کے ساتھ یہ معاملات پہلے ہی سے تھے، اس میں نیا کچھ بھی نہیں ہے جسے آپ نے آج پہلی بار دیکھا اور ان کے ہمدرد بن گئے۔

آپ اور بی جے پی کا مسلم عورتوں سے ہمدردی کا یہ کیسا دوغلا معیار ہے کہ جس وقت ان کے شوہروں کو زندہ جلادیا جاتا ہے، سڑکوں پر دوڑا دوڑا کر مار دیا جاتا ہے، ٹرینوں میں ان کے لاڈلوں کو چاقوؤں سے گود کر موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے، اس وقت آپ کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، آپ کی زبان سے ہمدردی کے دو بول تک نہیں نکلتے لیکن جیسے ہی اسلامی احکام سے متعلق کوئی معاملہ سامنے آتا ہے، مسلم عورتوں سے آپ کی ہمدردی کے جذبات میں ایسی طغیانی آتی ہے کہ بس دیکھتے بنتی ہے، اپنے خود کے اعمال کا جائزہ لئے بغیر میدان میں کود پڑتے ہیں، مسلم بہنو! ہم نے اپنی والی کو بھلے ہی انصاف نہ دیا ہو مگر تمہیں تو ضرور دلائیں گے اور اس طرح دلائیں گے کہ تمہارے شوہر کو جیل میں بھیج کر اس کے بھوت سے تمہارا گزارا بھتہ دلائیں گے، اگر اس کا بھوت گزارا بھتہ دینے سے انکار کردے تو تم ہمت نہ ہارنا، بھلے ہی تمہارے روٹی کے بھی لالے پڑ جائیں لیکن کورٹ کچہری کا چکر ضرور کاٹنا پر یہ کبھی مت کہنا کہ مجھے تو کھانے پینے تک کے لالے پڑے ہوئے ہیں، یہ کورٹ کچہری کا خرچ کہاں سے لاؤں گی؟ معاف کرنا! یہ تو کرنا ہی پڑے گا، آخر تمہیں انصاف جو چاہئے، بہنو! دراصل میری ہمدردی ذرا دوسری طرح کی ہے جو تھوڑی دیر سے سمجھ میں آتی ہے، اتنی دیر میں! جب بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے، اس وقت بہنو! آپ کو یہ سمجھ میں آجائے گا کہ جو اپنی ایک بیوی کو بیوی کی طرح نہیں رکھ سکا، جو خود ایک کے ساتھ انصاف نہیں کر پایا وہ بھلا دیش کی سیکڑوں مسلم عورتوں کو کیا خاک انصاف دلا پائے گا؟ ارے یہ تو محض ایک جملہ بازی تھی جس کو تم بے وقوف مسلم عورتوں نے سچ سمجھ لیا، یہ سب جانتے ہیں کہ اپنے دیش میں جملہ بازی کا کھیل تو چلتا ہی رہتا ہے اور ہم نے تو اس میدان میں باقاعدہ پی ایچ ڈی کررکھی ہے۔

یہ بات ملک کا ہر انصاف پسند شہری جان چکا ہے کہ حقیقت میں یہ مودی جی اور بی جے پی کی مسلم عورتوں سے ہمدردی نہیں بلکہ ایک چھلاوہ ہے، ایک حربہ ہے مسلم پرسنل لا میں دخل اندازی کا، ایک چور دروازہ ہے مسلمانوں کو اسلامی احکام سے دور و نفور کرنے کا، جو ان کے اہم خفیہ ایجنڈوں میں شامل ہے۔

کچھ اس بل کے بارے میں

سپرم کورٹ کے سینئر وکیل کپل سبل کے مطابق حکومت کے ذریعہ پارلیامنٹ میں پیش کئے گئے طلاق ثلاثہ بل کے تین اہم عناصر ہیں (۱) ایک مجلس کی تین طلاقیں خواہ وہ کسی بھی طور پر دی جائیں، کالعدم ہیں (۲) تین طلاق دینے والے کو مجرمانہ سزا دی جائے گی (۳) تین طلاق دینا ناقابل سماعت اور غیر

ضمانتی جرم ہوگا۔

ان کے مطابق حکومت نے اس بل میں طلاق ثلاثہ کو مجرمانہ عمل قرار دے کر اس کی سخت سزا مقرر کر کے مسلم مردوں کو نشانہ بنانے کی اپنی بدنیتی صاف ظاہر کر دی ہے، اب مسلم مرد ایک دیوانی معاہدہ توڑنے کا مجرم ہوگا جبکہ نکاح کوئی مجرمانہ عمل نہیں ہے، اس بل کا دوسرا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ اس میں ایسا کہیں ذکر نہیں ہے کہ صرف مطلقہ ہی اپنے شوہر کے خلاف شکایت درج کرا سکتی ہے، بلکہ کوئی بھی یہ شکایت درج کرا سکتا ہے کہ فلاں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں اور شکایت درج کر لی جائے گی پھر شوہر گرفتار کر لیا جائے گا، صرف کورٹ سے ہی اسے ضمانت مل پائے گی، اب یہ کورٹ کی مرضی پہ منحصر ہے کہ اسے ضمانت دے یا جیل ہی میں رکھے، قانون کا یہ پہلو کئی پریشان کن مسائل کا پیش خیمہ ہے، مثلاً کوئی بھی شخص اپنی ذاتی پرخاش کے سبب شوہر کے خلاف جھوٹی شکایت درج کرا کے اسے جیل بھجوا دے گا۔

سب سے اہم سوال یہ ہے کہ حکومت کے مطابق جب طلاق واقع ہی نہیں ہوئی تو پھر شوہر کو جیل کیوں بھیجا جا رہا ہے؟ یعنی جرم ہوا ہی نہیں پھر بھی سامنے والا مجرم اور سزا کا مستحق؟ جب شوہر جیل میں ہوگا تو پھر مطلقہ کو نان ونفقہ کون دے گا اور کہاں سے دے گا؟ جب شوہر کو تین سال کے لئے جیل بھیج دیا جائے گا تو بیوی لازمی طور پر سڑک پر آجائے گی یعنی شوہر جیل میں، بیوی سڑک پر، مطلب پوری فیملی تباہی کے دہانے پر! تین سال تک عورت آخر کہاں رہے گی؟ اس کی کفالت کی ذمہ داری کون لے گا؟ کیا یہی مسلم عورتوں کے ساتھ انصاف ہے کہ اس کے لئے واپسی کے سارے دروازے بھی بند کر دیئے جائیں؟

حکومت کا دعویٰ ہے کہ وہ مسلم پرسنل لا میں مداخلت نہیں کر رہی بلکہ جنسی ناانصافی کا خاتمہ کر رہی ہے، اگر حکومت اپنے اس قول میں سچی ہے تو سب سے پہلے ہماری ان ہندو عورتوں کو انصاف دلائے جو عام طور پر اپنے گھروں سے بغیر کسی طلاق کے باہر نکال دی جاتی ہیں اور کورٹ سے انصاف پانے کے لئے در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہو جاتی ہیں، ان کی عمریں ختم ہو جاتی ہیں لیکن انھیں انصاف نہیں ملتا، مگر ان ہندو عورتوں کی فکر کسی کو نہیں، ان کا ہمدرد کوئی نہیں، کیا یہ کسی ہمدردی کی مستحق نہیں؟

طلاق کے بعد مسلم عورتوں کو تو یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ ان کے شوہر نے انھیں طلاق دے دی ہے، اس لئے اب انھیں اس مسئلے سے ابرنے کی تدبیریں کرنی یا کرانی چاہئے، لیکن بے چاری ہندو عورتوں کو تو کافی دنوں تک یہ بھی نہیں معلوم ہو پاتا کہ ان کے پتی نے انھیں طلاق دے دی ہے، وہ بے چاری اس خوش فہمی میں مبتلا اپنی زندگی گزارتی ہیں کہ ان کا پتی، ان کی دیکھ ریکھ کرنے والا موجود ہے، پتی کی طرف سے ملنے والی توجہات جب پہلے کے مقابلے میں کم ہوتے ہوتے بالکل ختم ہو جاتی ہیں تب ان پر یہ راز کھلتا ہے کہ ان کے اس پتی نے تو کافی دنوں پہلے ہی ان سے اپنا رشتہ ناطہ توڑ لیا ہے جس کے نام کا سندور وہ اب تک لگاتی آرہی ہیں، کیوں کہ ان کو بغیر کسی طلاق کے، کسی بھی بہانے سے گھر سے باہر کر دیا جاتا ہے۔

مودی جی! ان کا کیا قصور تھا کہ ان کے پتی نے جب جی میں آیا، انھیں بغیر طلاق دیئے اور بغیر بتائے اپنی خوشحال زندگی، گھر بار سے دور کر دیا؟ ان کا کون پرسان حال ہوگا؟

ایک سروے کے مطابق مسلمانوں میں تین طلاق کے واقعات محض ۲۹۰۰ رسو ہیں جبکہ ہندوؤں میں بغیر کسی طلاق کے یہ واقعات ۲۰ رلاکھ سے زائد ہیں، یعنی مسلم عورتوں کے مقابلے ۱۹ رلاکھ ۹۷ رہزار ایک سو ہندو عورتوں کو بغیر طلاق کے چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس میں کسی کو بھی جنسی ناانصافی نظر نہیں آتی، اس معاملے میں کسی کو بھی جینڈر جسٹس کی فکر نہیں ہوتی، فکر کس کی کی جاتی ہے صرف ۲۹۰۰ رانتیس سو عورتوں کی جبکہ ۲۰ رلاکھ عورتوں کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے، آخر کیوں؟ دال میں ضرور کچھ کالا ہے بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ پوری کی پوری دال ہی کالی ہے۔

کیسی اندھیر نگری ہے کہ ایک شخص کو ۲۹ رزخم لگے ہیں جبکہ دوسرے شخص کا پورا جسم ہی زخموں سے چور ہے، اب آپ ہی بتایئے کہ پہلے علاج کا حقدار کون ہے؟ ۲۹ رزخم والا یا زخموں

سے چور جسم والا؟ کوئی معمولی سی عقل والا بھی یہی کہے گا کہ زخموں سے چور جسم والا ہی پہلے علاج کا حقدار ہے، اس کے باوجود بھی اگر کوئی ۲۹ رزخم والے کو ہی پہلے علاج کا حقدار گردانے اور کہے کہ مجھے اس سے ہمدردی ہے کیوں کہ اس کے جسم پر ۲۹ رزخم لگے ہیں تو پھر کوئی سرراہ چلنے والا بھی یہ کہہ دے گا کہ کہیں تو اندھا تو نہیں ہو گیا؟ تیری مت تو نہیں ماری گئی ہے؟ ارے تجھے ۲۹ ر زخم والا نظر آ گیا اور کیوں نہیں یہ دوسرا شخص جس کا پورا جسم زخموں سے چور چور ہے، نظر نہیں آیا؟ اگر تو سچ میں انصاف پسند ہے تو سب سے پہلے اس کا علاج کر جس کا پورا جسم زخموں سے چھلنی ہے، اگر نہیں! تو نہ تو اس کا ہمدرد ہے نہ اس کا! اب یہ ہمدردی کا ڈھونگ چھوڑ اور بھاگ یہاں سے۔

تین طلاق کے سلسلے میں کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ تین طلاق کو تو مذہب میں بھی ناپسندیدہ اور برا مانا گیا ہے تو جو بات مذہبی طور پر بری ہے، وہ قانونی اعتبار سے اچھی کیسے ہو سکتی ہے؟ لہذا یکبارگی تین طلاقیں نہیں مانی جائیں گی۔

تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ بغیر شادی یا نکاح کے کسی بھی لڑکا لڑکی کا "میاں بیوی" کی طرح رہنا کسی بھی مذہب میں جائز نہیں سمجھا گیا ہے تو پھر "لیو ان ریلیشن شپ" کو کس بنا پر لیگل قرار دیا ہے؟ اسی طرح "ہم جنس پرستی" بھی کسی مذہب میں جائز و درست نہیں قرار دی گئی ہے پھر بھی اسے کس بنا پر قانونی تحفظ حاصل ہے؟

ہندوازم میں شادی سات جنموں تک کا رشتہ ہے، شاید اسی لئے وہاں طلاق کا تصور بھی نہیں، لیکن قریب ۵۰-۵۵ رسال پہلے خصوصی بل لا کر ہندوازم میں بھی "طلاق" کا "پراودھان" کیا گیا، آخر کیوں؟ جب طلاق اتنی ہی بری چیز ہے تو جس مذہب میں طلاق کا تصور تک نہیں اس میں طلاق کا "وشیش پراودھان" کرنے کا کیا مطلب ہے؟

مودی جی کہیں گے کہ صاحب ہم "طلاق" کے نہیں "تین طلاق" کے خلاف ہیں، تو ہمارا جواب ہوگا: جناب! آپ نہ طلاق کے حق میں ہیں نہ تین طلاق کے خلاف! کیوں کہ آپ نے تو "جسودا بین" کو بغیر کسی طلاق کے چھوڑ رکھا ہے، آپ نے انھیں نہ ایک طلاق دی نہ تین، اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ سرے سے طلاق ہی کے مخالف اور بغیر کسی طلاق کے بیوی کو چھوڑ دینے کے حامی ہیں، آپ کو تو یہ پرچار کرنا چاہئے کہ مترو! خبردار بیوی کو کبھی طلاق مت دینا، اگر چھوڑنا ہی ہے تو ویسے ہی چھوڑ دو تا کہ بیوی کو یہ پتا بھی نہ چلے کہ اس کے شوہر نے اسے چھوڑ دیا ہے، اس سے تم دنیا اور سماج کی نظر میں اچھے بھی بنے رہو گے اور بیوی تم پر ہرجے خرچے کا مقدمہ بھی نہیں کر سکے گی اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ طلاق دینے کے باوجود بھی تم طلاق یا تین طلاق کے خلاف عورتوں کے ہمدرد بھی بن جاؤ گے۔

مودی جی! آپ کی "کرنی" آپ کی "کتھنی" کا پول کھول رہی ہے اور آپ کا "ڈبل رول" دنیا دیکھ رہی ہے پھر بھی ؏

شرم تم کو مگر نہیں آتی

طلاق ثلاثہ کے خلاف قانون بنانے میں آپ کی حکومت نے جس جلد بازی کا مظاہرہ کیا ہے اسے دیکھتے ہوئے صاف طور پر یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام درج کرانے کے علاوہ حکومت کا کوئی اور مقصد تھا ہی نہیں، ورنہ "تین طلاق واقع نہیں ہوگی پھر بھی شوہر کو مجرم قرار دے کر اسے تین سال کی سزا ہوگی" جیسے مضحکہ خیز دفعات اور "شوہر جیل میں رہ کر بھی بیوی کو گزارا بھتہ دے گا" جیسی کیوں کا وجود کیا معنی رکھتا ہے؟

دراصل حکومت کو عورتوں کے کسی بھی حقیقی مسئلے سے کوئی سروکار نہیں ورنہ آج ہمارے ملک میں عورتوں سے متعلق ہی ایسے بہت سارے مسائل ہیں جو فوری توجہ اور حل کئے جانے کے مستحق ہیں مگر مودی جی کو اس سے کیا؟ انھیں تو اپنے آقاؤں کو خوش کرنا ہے جو وہ نہایت ہی کامیابی کے ساتھ کر رہے ہیں، ملک کی جمہوریت دم توڑتی ہے تو توڑ دے، ہندوستان دنیا میں بدنام ہوتا ہے تو ہوتا رہے، وہ تو بس "مست رہو مستی میں، آگ لگے بستی میں" گنگنائے جا رہے ہیں۔

ایک اور ضروری بات یہ ہے کہ ملک کی روایت رہی ہے

کہ کسی بھی مسئلے پر قانون بنانے کے لئے اس معاملہ کے ماہرین کے مشورے کی روشنی میں ایک بل کی ڈرافٹنگ عمل میں آتی ہے پھر حزب اقتدار اسے لوک سبھا میں پیش کرتا ہے، جہاں حزب اختلاف کے ساتھ ساتھ دیگر متعلق افراد بھی اس پر سوال وجواب کرتے ہیں، تب جا کر کثرت رائے سے کوئی بل یا قانون منظور کیا جاتا ہے اور اس عمل کو مزید یقینی بنانے کے لئے ۱۹۹۳ء میں باقاعدہ ایک ''اسٹینڈنگ کمیٹی'' کی تشکیل بھی عمل میں آچکی ہے، لیکن طلاق ثلاثہ کے خلاف قانون سازی کے سلسلے میں ایسا کچھ بھی نہیں ہوا جبکہ اپوزیشن نے بار بار اس کا مطالبہ بھی کیا۔

دراصل یہ مسلمانوں کو تباہ وبرباد کرنے کے لئے آر ایس ایس کا ایک نیا فارمولہ ہے جسے پورا کرنے کا بیڑا مودی جی نے اٹھایا ہے اور وہ جمہوریت کی پرواہ کئے بغیر رفتہ رفتہ اپنے اس مقصد کی طرف بڑھ بھی رہے ہیں، انھیں اس سے کوئی مطلب نہیں کہ ملک کہاں جارہا ہے؟ عالمی سطح پر ہندوستان کی کیا شبیہ بن رہی ہے؟ ہندوستان کی جمہوریت اور اس کی گنگا جمنی تہذیب اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہی ہے، حد تو یہ ہے کہ اب ملک کا سپریم کورٹ بھی اس خطرہ کو محسوس کرنے لگا ہے، مگر افسوس کہ آج حکمرانوں کا ضمیر اس قدر مردہ ہو چکا ہے کہ یہ ساری باتیں ''نقار خانے میں طوطی کی آواز'' ہی ثابت ہو رہی ہیں۔

مسلمان ماضی اور حال کے آئینے میں

مسلمانو! بے حسی کی حد ہو گئی، اب تو خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ، موجودہ ملکی حالات تم سے اپنے اعمال کا احتساب کرنے کا تقاضہ کر رہے ہیں، ذرا ماضی کے آئینے میں خود کو دیکھو، تم اتنے بدل گئے ہو کہ اب خود کو بھی نہیں پہچان پاؤ گے، تم خود سوچ میں پڑ جاؤ گے کہ کیا یہ تمہی ہو؟ کیا شکل بنالی ہے، ماضی میں بشکل مسلمان تم ایسے تو نہیں تھے، تمہاری شکل وصورت، تمہارے اعمال اور تمہارے قول وکردار میں اسلام مجسم نظر آتا تھا، تمہیں دیکھ کر لوگ اسلام کو جانتے اور اپناتے تھے، برائیاں تم سے کوسوں دور تھیں، تمہاری خوش اخلاقیوں کا چہار دانگ عالم میں چرچہ تھا، نیک نامیاں تمہارے گھر کی باندیاں اور کامیابیاں تمہاری چاکری کیا کرتی تھیں، دنیا تم سے طرز معاشرت کی خیرات لیتی تھی، تمہاری زبان ہی لاکھوں کی ضمانت ہوا کرتی تھی، تمہارے کردار پر اغیار بھی ایمان لاتے تھے، تمہاری عدالت اور انصاف پسندی دشمنان اسلام بھی تسلیم کرتے تھے، دیگر اہل مذاہب اپنے فیصلے تم سے کرایا کرتے تھے۔

آج کیا سے کیا ہو گئے تم؟ غیر تو غیر آج اپنے بھی تم پر اعتماد نہیں کرتے، تمہاری شکل وصورت، تمہارے اعمال اور تمہارا قول وکردار دیکھ لوگ اسلام سے متنفر ہو رہے ہیں، برائیاں تمہاری پہچان بن گئیں ہیں، بد اخلاقیاں تمہارا شیوہ اور ناکامیاں تمہارا مقدر بن گئیں ہیں، دوسروں کو درس حیات دینے والی قوم آج ناکام زندگی کی علامت بن گئی ہے، جھوٹ، غیبت، عیاشی، شراب نوشی، قمار بازی، زناکاری، بدعہدی، بدتہذیبی، حق تلفی، ناانصافی، ماں باپ سے بدسلوکی، بیوی بچوں کے ساتھ ظلم وزیادتی اور بات بات پر طلاق بازی تمہاری زندگی کا حصہ بن گئی ہے۔

اس پر ستم یہ کہ تم نے اپنے خالص شرعی معاملات میں اغیار کو مداخلت کا موقع فراہم کیا، جس کا نتیجہ ہے کہ آج غیر شرعی احکام تم پر تھوپنے کی جرأت کی جارہی ہے، ان حالات کے تدارک کے لئے ایک صدی قبل ہی مفکر اسلام امام احمد رضا خاں قادری بریلوی نے یہ فکر دی تھی کہ مسلمان اپنے باہمی نزع کا تصفیہ شرعی طریقے سے کریں تاکہ اغیار کو کسی بھی شرعی معاملہ میں مداخلت کا موقع سرے سے مل ہی نہ پائے، آپ نے فرمایا تھا:

''ان معدود (چند) باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی (مداخلت) ہو، اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے، اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے، یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ و وکالت میں گھسے جاتے ہیں، گھر کے گھر تباہ ہو گئے اور ہوئے جاتے ہیں، محفوظ رہتے۔''

اگر اس مخلص مفکر کی بات پر عمل کرتے ہوئے تم نے نکاح وطلاق اور اپنے دیگر عائلی مسائل کے تصفیہ کے لئے کورٹ کچہری کے بجائے اپنے دار الافتا اور دار القضا سے رجوع کیا ہوتا تو یقیناً آج یہ دن نہ دیکھنے پڑتے۔

بقیہ ص ۴۳ پر

یوم یکشنبہ کے فضائل و معمولات

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی٭

یوم یکشنبہ یعنی اتوار دنیا کے ایام کا پہلا دن ہے، حدیث پاک کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اتوار کے متعلق صحابہ کرام نے پوچھا تو آپ نے فرمایا:

"یوم غرس وعمارۃ قالوا کیف ذلک یارسول اللہ قال ان فیہ ابتداء اللہ تعالیٰ الدنیا وعمارتھا۔ یہ دن بونے اور عمارت بنانے کا ہے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یہ کس طرح یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ اتوار کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور اس کی عمارت کی ابتدا فرمائی۔" [غنیۃ الطالبین ج ۲ ص]

یہی وجہ ہے کہ اتوار کے دن باغ لگانا کھیت بونا اور مکان کی تعمیر کرنا وغیرہ باعث برکت وفضیلت ہے اتوار نصرانیوں کے عید کا دن بھی ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو جمعہ کے دن عید منانے کا حکم فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ تم نہیں چاہتے کہ ہماری عید کے بعد یہودیوں کی عید ہو اس لئے کہ یہودیوں کی عید اتوار کے روز ہوتی ہے چنانچہ انھوں نے اتوار کے دن کو عید کا دن بنایا اس لئے کہ ان کے خیال کے مطابق یہ کاموں کی ابتدا کے لئے بہتر اور عمدہ دن ہے۔ [عجائب المخلوقات، ص ۴۳]

اتوار کے روز ناخن تراشنا اور کپڑا کاٹنے کی ممانعت

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اتوار کے دن اپنے ناخن تراشے گا تو خوش حالی اس سے دور ہو جائے گی فقر و افلاس میں مبتلا ہوگا۔ [علم الیقین، ص ۴۷]

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کپڑا قطع کرنے میں بھی احتیاط لازم ہے اس لئے کہ جو شخص یکشنبہ یعنی اتوار کے دن کپڑا قطع کرے گا تو اس کپڑے کے استعمال تک ہمیشہ بیمار رہے گا اور اتوار کے دن قطع کیا ہوا کپڑا اس کے لئے مبارک نہ ہوگا۔ [ایضاً]

یوم اتوار کے اہم واقعات

خلاق کائنات نے یوم اتوار کو دوزخ کی تخلیق فرمائی اور اس کے سات دروازے بنائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: لھا سبعۃ ابواب لکل باب منھم جزء مقسوم۔ اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لئے ان میں سے ایک حصہ بٹا ہوا ہے۔ [۱۴، سورۂ حجر]

دوزخ کے سات طبقے ہیں

(۱) ایک جہنم ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وان جھنم لموعدھم اجمعین۔ اور بیشک جہنم ان سب کا وعدہ ہے۔ [۱۴، سورۂ حجر]

(۲) دوسرے طبقہ کا نام سعیر ہے خداوند قدوس فرماتا ہے: ویصلی سعیرا۔

(۳) اور تیسرے طبقہ کا نام مستقر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ماسلککم فی سقر۔

(۴) اور چوتھے طبقہ کا نام جحیم ہے ارشاد ربانی ہے: وبرزت الجحیم للغاوین۔

(۵) اور دوزخ کے پانچویں طبقہ کا نام حطمہ ہے قرآن عظیم میں ہے: وما ادراک ما الحطمۃ۔

(۶) اور دوزخ کے چھٹے طبقہ کو لظیٰ کہتے ہیں جیسا کہ رب قدیر کا ارشاد ہے: کلا انھا لظی۔

(۷) اور دوزخ کے ساتویں طبقہ کا نام ہاویہ ہے اللہ رب العزت

٭مضمون نگار، مدرسہ عربیہ رحمانیہ رحمان گنج، بارہ بنکی کے پرنسپل ہیں۔

کا فرمان ہے: فامہ ھاویۃ۔

دوزخ کے سات طبقات کی وضاحت

طبقہ اولی: طبقہ اولی میں فرشتہ ندا کرتا ہے: ویل یومئذ للمکذبین۔

طبقہ ثانیہ: دوسرے طبقہ میں فرشتہ کی یہ ندا ہوتی ہے: ویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون۔ یعنی خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں میں سستی کرتے ہیں۔

طبقہ ثالثہ: تیسرے طبقہ میں فرشتے کی یہ آواز ہوتی ہے: ویل لکل ھمزۃ لمزۃ الذی جمع مالا و عددہ یحسب ان مالہ اخلدہ کلا لینبذن فی الحطمۃ۔ خرابی ہے اس کے لئے جو لوگوں کے منہ پر عیب کرے پیٹھ پیچھے بدی کرے جس نے مال جوڑا اور گن گن کر رکھا، کیا یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اسے دنیا میں ہمیشہ رکھے گا ہر گز نہیں ضرور وہ روندے والی میں پھینکا جائے گا۔ [پ ۳۰ سورۂ ہمزہ]

طبقہ رابعہ: چوتھے طبقہ میں فرشتہ یوں پکارتا ہے: فویل لھم مما کسبت ایدیھم۔ یعنی خرابی ہے ان کے لئے ان کی ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے۔

طبقہ خامسہ: پانچویں طبقہ میں فرشتہ کی یہ صدا آتی ہے: وویل للمشرکین الذین لا یوتون الذکاۃ۔ یعنی خرابی ان مشرکوں کے لئے جو زکات ادا نہیں کرتے۔

طبقہ سادسہ: چھٹے طبقہ میں فرشتہ اس طرح ندا کرتا ہے: فویل للقاسیۃ قلوبھم من ذکر اللہ۔ یعنی خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل اللہ کے ذکر سے سخت ہیں۔

طبقہ سابعہ: ساتویں طبقہ میں فرشتہ یوں ندا کرتا ہے: ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون۔ واذا کالوھم اووزنوھم یخسرون۔ کم تولنے والوں کی خرابی ہے وہ کہ جب اوروں سے حساب لیں پورا لیں اور جب انہیں ناپ تول کر دیں تو کم کر دیں۔ [پ ۳۰ سورۂ المطففین]

یاد رہے کہ ساتویں طبقہ کے لوگ یہ پکارتے رہتے ہیں، ونادو یامالک لیقض علینا ربک قال انکم ماکثون۔ اور وہ پکاریں گے اے مالک تیرا رب ہمیں تمام کر چکے وہ فرمائے گا کہ تمہیں تو ٹھہرنا ہے۔ [پ ۲۵ سورۂ زخرف]

چھٹے طبقہ کے رہنے والے یہ پکاریں گے: ادعوا ربکم یخفف عنا یوما من العذاب۔ یعنی اپنے رب کو پکارو وہ ہم سے ایک دن عذاب میں تخفیف فرمادے۔

پانچویں طبقہ کے لوگ اس طرح ندا کرتے ہیں: ربنا ابصرنا و سمعنا۔

اور چوتھے طبقہ کے رہنے والے لوگ یہ آواز لگاتے ہیں: ربنا اخرنا الی اجل قریب نجب دعوتک و نتبع الرسل۔ اے ہمارے رب تھوڑی دیر ہمیں مہلت دے کہ ہم تیرا بلانا مانیں اور رسولوں کی غلامی کریں۔ [پ ۱۳ سورۂ ابراہیم]

تیسرے طبقہ کے لوگ یہ آواز نکالتے ہیں: ربنا اخرجنا منھا فان عدنا فانا ظالمون۔ اے رب ہمارے ہم کو دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم ایسی ویسی کریں تو ہم ظالم ہیں۔ [پ ۱۸ سورۂ مومنون]

دوسرے طبقہ کے لوگ یہ پکاریں گے: ربنا غلبت علینا شقوتنا و کنا قوما ضالین۔ اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ [پ ۱۸ سورۂ مومنون]

اور جو لوگ پہلے طبقہ میں ہیں وہ یہ ندا کریں گے: یاحنان، یامنان۔ [کتاب السبعیات للشیخ الامام ابو نصر محمد عبد الرحمن ہمدانی]

رب العالمین نے اپنے مقدس اور پاکیزہ کلام پاک میں فرمایا: لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔ [پارہ ۳۰ سورۂ والتین]

سبحان اللہ ثم سبحان اللہ! خلاق کائنات نے بنی آدم کو اچھی شکل وصورت عطا فرما کر اس میں سات بڑے اعضا پیدا فرمائے اور ۷۰ جوڑ، ۱۲۸ ہڈیاں اور ۳۶۰ سو ساٹھ رگیں اور ۱۲۴۰۰۰ بالوں کے منبت یعنی بالوں کے اگنے کی جگہ اور دو ہاتھ اور دو پاؤں، دو آنکھیں، دو کان اور باقی اعضا پیدا فرمائے اور ان سب کی زندگی صرف ایک روح سے باقی ہے۔

اسی طرح عرش و کرسی، لوح وقلم، آسمان و زمین، انہار و ابحار، انبیاء، وملائکہ، جن وانس اور عرش سے فرش تک، فلک سے

سمک تک اور بلندی سے تحت الثریٰ تک اجناس وانواع مختلف صورتوں میں موجود ہیں حالانکہ ان کا خالق فقط واحد قہار و جبار عزیز ہے جل جلالہ۔

یوم احد کی وجہ تسمیہ

احد اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے خلاق عالم خود اپنے کلام میں ارشاد فرماتا ہے: قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد۔ اے محبوب آپ فرمادیجئے وہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی سے پیدا ہوا نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔

[پارہ ۳۰ ر سورۂ اخلاص]

یاد رہے کہ قرآن پاک میں لفظ احد سات معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

(۱) کلمہ احد سے مراد ذات خداوندی ہوتی ہے جیسا کہ قل ھو اللہ احد، اور ایحسب ان لم یرہ احد۔ اور ان لن یقدر علیہ احد۔

ان مقامات میں احد سے مراد صرف باری تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔

(۲) کلمہ احد کا اطلاق مصطفےٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کی ان دو آیتوں میں احد سے مراد ذات مصطفوی ہی ہے۔

(۱) اذ تصعدون ولا تلوون علی احد والرسول یدعو کم فی اخرا کم وفأثابکم غماً بغمٍ لکیلا تحزنوا علی مافاتکم ولا ما اصابکم واللہ خبیر بما تعملون۔ جب تم منہ اٹھائے چلے آتے تھے اور پیٹھ پھیر کر کسی کو یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھتے اور اور دوسری جماعت ہمارے رسول تمہیں پکار رہے تھے تو تمہیں غم کا بدلہ غم دیا اور معافی اس لئے سنائی کہ جو ہاتھ سے گیا اور جو افتاد پڑی اسکا رنج نہ کرو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ [پ ۴ ر سورۂ آل عمران]

(۲) ولا نطیع فیکم احداً ابدا۔ اور ہم ہر گز تمہارے بارے میں کسی کی یعنی حضور پور نور کی اتباع نہ کر پائیں گے۔

[پ ۲۸ ر سورۂ حشر]

(۳) اور احد کا اطلاق حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی آیا ہے، قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے: وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزیٰ الا ابتغآء وجہ ربہ الاعلیٰ ولسوف یرضیٰ اور کسی کا یعنی حضرت بلال کا اس پر یعنی حضرت ابوبکر صدیق پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

[پ ۳۰ سورۂ لیل]

(۴) اور کلمہ احد سے کبھی یملیخا جو اصحاب کہف میں سے تھا مراد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: توابعثوا احد کم بورقکم ھٰذہ الی المدینۃ فلینظر ایھا ازکی طعاما فلیاتکم برزق منہ۔ اور اپنے میں ایک کو یعنی یملیخا کو یہ چاندی لے کر شہر میں بھیجو پھر وہ غور کرتے کون سا کھانا زیادہ ستھرا ہے تمہارے لئے اس میں سے کھانے کو لائے۔ [پ ۱۵ ر سورۂ کہف]

(۵) اور کبھی کلمہ احد کا اطلاق دقیانوس پر بھی ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: ولیتلطف ولا یشعرن بکم احدا۔ اور چاہئے کہ نرمی کرلے اور ہر گز کسی کو یعنی دقیانوس کو تمہاری اطلاع نہ دے۔ [پ ۱۵ ر سورۂ کہف]

(۶) اور کلمہ احد کا اطلاق حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی آیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیءٍ علیما۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں یعنی زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے باپ نہیں ہیں، ہاں اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ [پ ۲۲ ر سورۂ احزاب]

(۷) اور کبھی کلمہ احد کا اطلاق مخلوقات کے کسی ایک فرد پر بلا تعین آتا ہے، اللہ رب العزت جل شانہ حکم دیتا ہے: ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا۔ اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔ [پ ۱۶ ر سورۂ کہف]

توضیح

مذکورہ بالا عبارتوں سے ثابت ہوا کہ احد اللہ تعالیٰ کا ایک

نام ہے تو یوم الاحد یعنی اتوار کے دن کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب نصاریٰ نے کہا ھذا یومنا یعنی احد اتوار کا دن ہمارا دن ہے تو خداوند کریم جل جلالہ نے ان نصاریٰ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا یوم الاحد یعنی یہ تو اللہ کا دن ہے۔

[کتاب السعادات فی مواعظ البریات ص ۴۴]

یوم اتوار کا روزہ

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صوموا یوم السبت والاحد وخالفوا الیھود والنصاریٰ ہفتہ اور اتوار کو روزہ رکھو اور یہودیوں اور نصرانیوں کی مخالفت کرو۔

[غنیۃ الطالبین ص ۷]

اتوار کے روز کے نوافل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان اتوار کے دن چار رکعت نماز نفل پڑھے اور اس کی ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورہ فاتحہ یعنی الحمد اور امن الرسول آخر تک پڑھے تو جس قدر نصرانی مردوں عورتوں کی تعداد ہے ان کی گنتی کے برابر اللہ تعالیٰ نیکیاں عطا فرماتا ہے اور اس کو ایک پیغمبر کا ثواب بھی مرحمت فرماتا ہے اور حج وعمرہ کا ثواب بھی اس کے نام لکھ دیتا ہے اور ہر ایک رکعت کے عوض میں ایک ہزار نماز کا ثواب عطا فرماتا ہے اور ہر ایک حرف کے بدلے میں اس کو بہشت میں ایک شہر بخشتا ہے جو مشک واذفر سے بھرا ہوا ہوگا۔

مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اتوار کے دن نماز نفل بہت پڑھا کرو اور اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لا شریک جانو اور اگر کوئی اتوار کے دن نماز ظہر کے بعد یعنی جب فرض و سنتیں پڑھے تو چار رکعت نماز نفل پڑھے اور اس کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ اور الم السجدہ پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ ملک یعنی تبارک الذی پڑھے اور تشہد کے بعد سلام پھیرے اور اس کے بعد اور دو رکعت پڑھے اور اس کی دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ جمعہ پڑھے، سلام کے بعد جو حاجت رکھتا ہو اپنے معبود حقیقی سے اس کی درخواست کرے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کی وہ حاجت پوری فرمادے گا اور اسے دین نصاریٰ سے محفوظ رکھے گا۔ [غنیۃ الطالبین ص ۴۰۰]

اتوار کی رات کے نوافل

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اعظم ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ جو کوئی اتوار کی رات میں رکعات نفل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد شریف ایک مرتبہ سورۂ اخلاص پچاس اور معوذتین ایک ایک دفعہ پڑھے اور بعد نماز سو مرتبہ استغفار پڑھے اور سو مرتبہ اپنے لئے اور اپنے والدین کے لئے استغفار کرے اور آقائے کریم ﷺ پر سو بار درود شریف پڑھے اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھے اور خدائے تعالیٰ کی طاقت وقوت کی طرف متوجہ ہو اور پھر یہ پڑھے: اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان آدم صفوۃ اللہ و فطرتہ وابراھیم خلیل اللہ عز وجل وموسیٰ کلیم اللہ تعالیٰ وعیسیٰ روح اللہ مسیحہ ومحمد حبیب اللہ عز وجل تو اس شخص کو ان لوگوں کی تعداد کے برابر اجر وثواب دیا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کو بیٹا قرار دیتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹا ثابت نہیں کرتے۔

نیز اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ان لوگوں کے ساتھ اٹھائے گا جو امن پانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ذمے کرم پر ہے کہ اپنے انبیاء وکرام علیہم السلام کے ساتھ جنت میں داخل فرمائے۔

[احیاء العلوم، جلد اول، صفحہ ۲۰۴]

آخر میں ہم دعا گو ہیں کہ مولائے کریم مجھے اور تمام خوش عقیدہ مسلمانوں کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

■■■

نوکری کا بڑھتا رجحان اور تجارت سے دوری!
ایک لمحۂ فکریہ

از: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی*

تمام تعریفیں ہیں اللہ رب العزت کے لئے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے، اللہ پاک ہر مخلوق کو رزق عطا فرماتا ہے، اسی طرح انسانوں کو بھی زندہ رہنے کی بنیادی ضرورتوں میں ہوا، پانی کے ساتھ کھانا بھی انتہائی ضروری ہے، کھانے کے لئے اور زندگی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے انسان کو کچھ نہ کچھ کام کرنا بھی ضروری ہے، جس سے وہ روپئے کما کر اپنی اور اپنے ذمے جو لوگ ہیں ان کی بھوک پیاس کے ساتھ ساتھ ان کی دیگر ضروریات پوری کرے۔

موجودہ دور میں انسانوں کے رہنے سہنے، کھانے پینے کے انداز بدل گئے ہیں، جس کے لئے کمانا اور ضروری ہوگیا ہے، حضرت انسان اس میں ایسا مشغول ہوتا جا رہا ہے جو صرف کمانے کو ہی مقصد حیات بنالیا ہے، جو کہ یقیناً نقصان دہ ہے، صوفیائے کرام فرماتے ہیں جو شخص اپنے آپ کو ہمہ تن اور ہر وقت دنیا کمانے میں مصروف رکھتا ہے، وہ بدنصیب ہے، اسی طرح جو شخص خدائے تعالیٰ پر توکل و اعتماد کے بہانے اپنے آپ کو آخرت کے لئے دن رات مصروف رکھتا ہے، وہ بھی کم نصیب ہے، دنیا میں رہو مگر دنیا کے ہو کر نہ رہ جاؤ۔

اعتدال یہ ہے کہ آدمی دنیا میں مصروف ہو کر کمائے، مگر آخرت کو بنانے میں بھی لگا رہے، یعنی دنیا کمانے میں بھی، آخرت کے کام بنانے میں بھی لگا رہے اور اس طرح زندگی گزارنا افضل عبادت اور جہاد بھی ہے، بڑے واضح انداز میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت موجود ہے "کہ ایک دن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک قوی نوجوان ادھر سے گزرا اور ایک دکان میں چلا گیا، صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے افسوس کیا، کہ اتنے سویرے سے راہ خدا میں اس کو اٹھنا تھا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کہو کیوں کہ اگر وہ اپنے آپ کو یا اپنے ماں باپ یا بیوی بچوں کو لوگوں سے بے پرواہ کرنے جا رہا ہے تو بھی وہ راہ خدا میں ہے۔" [کشف القلوب ج۔2 ص۔82]

بھیک منگوں ومحتاجوں سے پاک معاشرہ ہو

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے واضح انداز میں کسب معاش [روزی کمانے] کے دونوں رخ کھول دے، نوکری بھی کر سکتا ہے، اور تجارت بھی، کسب معاش پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا زور دیا ہے، محتاجی و بیکاری سے بچنے اور سماج وسوسائٹی کو بھیک منگوں ومحتاجوں سے پاک رکھنے کے لئے حصول رزق کی کتنی اعلیٰ تعلیم دی ہے، ملاحظہ فرمائیے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص مخلوق سے بے نیاز رہا اور عزیز و اقارب و پڑوسیوں کے ساتھ صلہ رحمی میں لگا رہا، قیامت کے دن اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح منور و تاباں ہوگا۔

دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچا تاجر قیامت کے دن صدیقین و شہدا کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور فرمایا: کہ ہنر مند و حرفت [کاریگر] والے مسلمان کو خدائے تعالیٰ دوست رکھتا ہے، پیشہ ور لوگوں کی کمائی سب چیزوں سے حلال ہے اگر وہ نصیحت بجالائے۔

کسب معاش کی اہمیت وافادیت ہر دور میں مسلم رہی ہے، کیوں کہ محتاجی وفقر کی حالت میں ایمان کی سلامتی خود ایک عظیم امتحان سے کم نہیں ہے۔

بھکاریوں کے دوڑ میں مسلمان آگے

مسلمانوں کی غریبی اور ان کے پچھڑے پن کو لے کر بڑی بڑی باتیں ہو رہی ہیں، لیکن افسوس نہ حکومتیں اس معاملے میں سنجیدہ

*مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ اسلام نگر، کپالی، جمشید پور، جھارکھنڈ کے خطیب وامام ہیں۔

ہیں اور نہ مسلمان بھی ترقی کا زینہ تعلیم سے مسلمان ابھی تک پوری طرح جڑ نہیں سکے ہیں، ڈاکٹر و انجینئر بننے کے بجائے بھکاریوں کی صف میں مسلمان آگے نکل گئے ہیں، تعلیم ہی انسان کو ہر طرح کی ترقی و سوجھ بوجھ سے آگے بڑھنے کا راستہ بتاتی ہے، اس سے ہم دور ہیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے علم حاصل کرنے کے لئے اگر چین بھی جانا پڑے تو جائیں، لیکن تعلیم سے ہی مسلمان بہت کمزور ہیں جس کی وجہ سے آج سب سے پچھڑی قوم مسلمان ہوگئی ہے۔

سچر کمیٹی کی سفارشات نہ لاگو ہوئیں اور نہ ہی لاگو ہونے کی امید ہیں، مسلمان بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں، حکومت کی طرف نظر اور آس لگائے ہوئے ہیں، خود کچھ کر گزرنے کی ہمت تو دور کی بات، سوچ و چار بھی نہیں کر رہے ہیں، سچر کمیٹی کی رپورٹ کا زخم ابھی تازہ ہی تھا کہ 2011 کی مردم شماری کی رپورٹ نے ساری قلعی کھول دی، جب سچر کمیٹی کی رپورٹ سامنے آئی تو کئی مسلم طبقے آگے آئے اور مسلمانوں کی ضمیر کو جھنجھوڑا، مسلمان گہری نیند سے جاگے اور واویلا ہوا، اور پھر سو گئے اور اب 2011 کی مردم شماری کی رپورٹ نے مسلمانوں کو سوچنے کے لئے مجبور کر دیا ہے، صرف حکومت کی جانب آس لگانے سے کچھ نہیں ہونے والا سر جوڑ کر بیٹھ کر حل نکالنا ہوگا، اس کے لئے علمائے کرام دانشور حضرات چھوٹے چھوٹے این جی او محلہ محلہ میٹنگ کریں، لوگوں کو سمجھائیں، چھوٹے پیمانے پر ہی شروعات کر دیں تو ضرور فائدہ ہوگا، ورنہ ابھی ہر چار بھکاری میں ایک مسلمان ہے، کوئی بعید نہیں، تعداد اور بڑھ جائے۔

واضح رہے 2011 کی مردم شماری کی رپورٹ حال ہی میں جاری ہوئی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ آبادی میں ہر چار میں ایک بھکاری مسلمان ہے، پوری دنیا کی آبادی 14.23 ہے، جبکہ 3.7 لاکھ بھکاریوں میں پچیس فیصد مسلمان ہیں، 2011 کی مردم شماری میں یہ بات سامنے آئی کہ حکومت کی متعدد پالیسیاں کدھر جاری ہیں، اور اس کا فائدہ کس قوم اور طبقے کو ہو رہا ہے، رپورٹ کے مطابق 72.89 کروڑ لوگ بے روزگار ہیں، جبکہ 3.7 لاکھ بھکاری ہیں، ان بھکاریوں میں مسلمان سب سے زیادہ ہیں، 92 ہزار 760 مسلمان بھکاری ہیں، اس رپورٹ میں یہ بات بھی آئی ہے کہ مسلم مردوں کے مقابلے میں عورتیں زیادہ بھیک مانگنے والوں میں شامل ہیں، جبکہ دیگر قوموں کا معاملہ اس کے برعکس ہے، اس میں عورتیں کم اور مرد زیادہ ہیں، کل مرد بھکاریوں کی تعداد 53.13 فیصد جبکہ عورت بھکاریوں کی تعداد 46.87 فیصد ہے، اس کے برعکس مسلمان ہیں 43.61 فیصد مرد اور عورتوں کا گراف 56.38 عورت بھکاریوں کی تعداد ہے۔

Tata Institute of Social Sciences Field Action Project Co-ordinator کے جناب محمد طارق صاحب نے بتایا کہ بھکاریوں کی تعداد زیادہ ہونے کی کئی وجوہات ہیں، حکومت کی جانب سے جو پالیسیاں لاگو کی گئیں، ان کا استعمال ٹھیک طور پر نہیں کیا گیا، پچھڑے علاقوں میں حکومت کی اسکیمیں پہنچائی نہیں جا سکیں اور وہاں کوئی کام نہیں ہو سکا، ہلیجہ کے ایک N.G.O کے محمد توصیف الرحمٰن کا کہنا ہے یہ مسئلہ آج کا نہیں بلکہ بہت پرانا ہے، اس معاملے میں کبھی کسی بھی پارٹی نے سوچا ہی نہیں، نظر بھی نہیں کی، اور سب سے بڑی بات خود مسلمانوں نے ہی نہ کچھ سوچا نہ کیا، مسلم علاقے میں گندگی کے ڈھیر رہتے ہیں، پورے بنگال میں 85 سے 90 ہزار کچرا اٹھانے والے لوگ ہیں جن کا کام روزانہ کچرا اٹھانا ہے، ان میں ساٹھ فیصد مسلمان ہیں، جن کی یومیہ آمدنی 80 سے 110 روپئے ہوتی ہے، کلکتہ کے پارسرکس، پکلاباٹ، نارکل ڈانگہ میں ایسے لوگ بھرے پڑے ہیں، ایک ایک گھر میں چھ سے دس افراد رہتے ہیں، تعلیم یافتہ نہیں ہونے کی وجہ سے یہ کہیں اور جگہ کام بھی نہیں کر سکتے، یہ مسئلہ برسوں سے چلا آرہا ہے، لیکن ان دنوں کارپوریشن کی جانب سے کمپیکٹر اسٹیشن بنا دیئے گئے، جس کی وجہ سے کیچڑ کے انبار کم ہوگئے ہیں، اس وجہ کر ان کا یہ کام بھی ان کے ہاتھوں سے نکلا جا رہا ہے، لہٰذا بھیک مانگنے کے سوا کوئی چارہ نہیں، انہوں نے کہا کہ آئندہ دنوں میں اس سے بھی بھیانک صورت حال ہوگی، رپورٹ لکھنے کے لئے ایک دفتر چاہیئے۔

(Sunday WeeklyGuldasta-e-Mashriq: Vol 11,Issue No. 33)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کسب معاش

حضرت ابوطالب کی مالی حالت تسلی بخش نہ تھی، اہل وعیال کی کثرت نے اس کمزوری کو مزید تکلیف دہ بنا دیا تھا، اس لئے حضور جب نو یا دس سال کے ہوگئے تو آپ نے بعض کے بکریوں کے ریوڑ [بکریوں کا غول] اجرت پر چرانے شروع کردیے، تا کہ اپنے چچا کا ہاتھ بٹائیں، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے: قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مابعث اللہ نبیا الا راعی غنم وقال لہ اصحابہ ۔ وانت یارسول اللہ! قال وانا رعیتہا لاہل مکۃ بالقراریط ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر اس نے بکریوں کو چرایا ہے، اصحاب نے عرض کیا، یارسول اللہ کیا آپ نے بھی؟ فرمایا: میں قراریط کے عوض اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔"

قراریط یہ قیراط کی جمع ہے اور یہ دینار کے چھٹے حصے کی چوتھائی کو کہتے ہیں اور بعض نے کہا دینار کے بیسویں حصہ کو قیراط کہتے ہیں، لیکن شیخ ابوزہرہ رحمۃ اللہ علیہ اس کا ایک اور مفہوم بیان کیا ہے، لکھتے ہیں، بکریوں کے دودھ کا حصہ جو حضور اجرت کے طور پر لیا کرتے تھے اور جو ابوطالب کے اہل وعیال کے ساتھ آپ بھی غذا کے طور پر استعمال فرمایا کرتے تھے۔ [ضیاء النبی، ۲، ۱۰۳]

پیٹ کی بھوک اور پیاس مٹانے اور انسانی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے نوکری و تجارت کرنا اور حلال طریقہ سے روزی حاصل کرنا اسلام کے ایک اہم پیغام میں سے ہے، یاد رکھیں یہ دنیا دار العمل ہے، یہاں ہم سب کو کام کرنا ہے اور وہ کام کرنا ہے جو آخرت کی کھیتی بنائے۔

اس لئے ہمارے لئے ازحد ضروری ہے کہ اپنے اہل وعیال کے حصول رزق کے لئے محنت ومشقت کریں، چونکہ کسب حلال کرنا اور اپنی فیملی کی کفالت کرنا اور بچوں کو محتاجی وبیکاری سے بچانا سب سے بڑی عبادت ہے۔

لگی روزی نہ چھوڑیں

آج کل لگی روزی چھوڑنے کا رواج بنتا جا رہا ہے، بہتر سے بہتر کی تلاش میں لگی روزی چھوڑ دیتے ہیں، خواہ نوکری ہو یا تجارت موجودہ دور میں نوکری ملنا کتنا مشکل ہوگیا ہے، لکھنے کی ضرورت نہیں، گورمنٹ نوکری {Service} میں تو مسلمانوں کے لئے دروازے بند ہوچکے ہیں Private Sectore پرائیویٹ سیکٹر میں بھی حد درجہ Competition ہے، اور سخت مقابلے بھی، جسے نوکری ملتی ہے، ان کو اتنی محنت کرنی پڑتی ہے وہی جانتے ہیں، اس کے علاوہ کب ہٹا دیا جائے گا کوئی ٹھیک نہیں، ہر وقت نکالے جانے کا ڈر لگا رہتا ہے، ڈورے بند بھی تلوار اوپر لگی رہتی ہے، کب ڈور ٹوٹی اور تلوار اوپر گری۔

آج نوجوانوں میں تجارت کی طرف دلچسپی نہ کے برابر ہے، جو کہ لمحہ فکریہ ہے، حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تجارت فرمائی، اور اس کی بے شمار فضیلتیں حدیث میں وارد ہیں، صحابہ کرام وبزرگان دین نے بھی تجارت (Business) کیا اور خوب کمایا اور دل کھول کر اللہ کی راہ میں اور ضرورت مندوں پر خرچ کیا، نوکری میں محدود (Fixed) آمدنی ہوتی ہے جس سے ماہ کے آخر آتے آتے دن میں تارے نظر آنے لگتے ہیں، تجارت میں بہت برکت ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: رَبُّكُمُ الَّذِي يُزْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا تمہارا رب وہ ہے جو سمندر میں تمہارے لئے کشتیاں رواں فرماتا ہے، تا کہ تم اس کا فضل [رزق] تلاش کرو، بیشک وہ تم پر بڑا مہربان ہے۔ [سورۃ الانبیاء—17—آیت 66]

اللہ کے رسول ارشاد فرماتے ہیں کہ تجارت کرو کیوں کہ رزق کے دس دروازے ہیں، دس حصے ہیں، نو حصے فقط تجارت میں ہیں، کتنی وافر مقدار میں روزی تجارت میں ہے، اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ سوال کرنا، بھیک مانگنا انتہائی قبیح کام ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھولتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر مفلسی کے ستر دروازے کھول دیتا ہے۔ [بہار شریعت]

سوال ہر کسی کو حلال نہیں

آج کل ایک عام بلا پھیلی ہوئی ہے کہ اچھے خاصے تندرست ہیں، چاہیں تو کمائیں، چاہیں تو کما کر اوروں کو بھی کھلائیں، مگر انہوں نے اپنے وجود کو بے کار کر رکھا ہے، کون محنت کر کے مصیبت جھیلے، اس محنت سے جو مل جائے، ناجائز طور پر سوال کرتے ہیں، بھیک مانگتے ہیں، مزدوری، نوکری، چھوٹی موٹی تجارت کو ننگ وعار خیال کرتے ہیں اور بھیک مانگنے میں بے عزتی محسوس نہیں کرتے افسوس اور شرم کا مقام ہے، اللہ ہدایت دے۔

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس پر فاقہ نہ گزرا اور اتنے بال بچے ہیں کہ جن کی طاقت نہیں اور سوال [بھیک مانگنے] کا دروازہ کھولا، اللہ اس پر فاقہ کا دروازہ کھول دے گا ایسی جگہ سے جو اس کے دل میں بھی نہیں۔ [شعب الایمان الحدیث 1739]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا اور پوچھا تو کیا کام کرتا ہے؟ عرض کیا میں عبادت میں لگا رہتا ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا روزی کہاں سے کھاتا ہے؟ عرض کیا میرا ایک بھائی ہے وہ مجھے روزی مہیا کرتا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تیرا بھائی تجھ سے زیادہ عابد ہے۔

متقیوں کے نزدیک رزق حلال کا حصول ایمان کا ایک حصہ ہے، فکر آخرت مومن کا عظیم سرمایہ ہے لیکن اس قدر اور اس حد تک نہیں کہ جہاں فکر آخرت حقوق العباد میں رکاوٹ بن جائے اور اس کے زیر کفایت بیوی، بچوں، ماں باپ اور رشتہ داروں کے سر پر محتاجی وتنگ دستی کے بادل چھا جائیں، کیوں کہ معاشی تنگی وقار انسانیت کے لئے سیاہ دھبہ ہے، جو لوگ بیوی بچوں کو چھوڑ کر تبلیغ کے نام پر تین دن، چالیس دن باہر چلے جاتے ہیں اور بیوی بچے کسمپرسی کی حالت میں بیماری وطرح طرح کی پریشانیاں جھیلتے رہتے ہیں، ان کو اس حدیث سے عبرت حاصل کرنا چاہئے۔

کمانے کی اہمیت ہر دور میں مسلم رہی ہے، اسی لئے اللہ تبارک وتعالی کسب معاش کے تعلق سے ارشاد فرماتا ہے: وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔ اور ہم نے ہی تم کو زمین دیا اور اس میں تمہارے لئے روزی کے [ہر قسم کے] اسباب پیدا کئے، مگر تم بہت ہی کم شکر گزار ہو۔ [سورۃ الاعراف، آیت 10 ترجمہ: کنزالایمان]

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا۔ اور ہم نے دن کو معاش بنایا، اللہ رب العزت نے حصول معاش کو نعمت قرار دیا ہے اور اس پر شکر الٰہی کا حکم بھی فرمایا: وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِیْنَ۔ اور ہم نے اس میں تمہارے لئے روزی کے سامان کر دیئے اور ان کے لئے بھی جن جن کے رزق دینے والے تم نہیں۔ [سورۃ حجر 15 آیت 20 ترجمہ: کنزالایمان]

مذکورہ بالا آیت میں رب تعالی نے بندوں کو واضح انداز میں حصول رزق اور کسب معاش کی تعلیم دی ہے، تفسیر ابن عباس میں ہے کہ ہم نے زمین میں تمہارے لئے عیش وعشرت کی چیزیں مہیا کیں، پھل فروٹ، میوے، کھانے پینے کی چیزیں اور ان کو بھی رزق دیتا ہوں جن کو تم رزق نہیں دیتے، یعنی پرندے وغیرہ ودیگر حیوانات، سب کو روزی دیتا ہوں، یہاں تک کہ ماں کے رحم میں جو بچے ہوتے ہیں ان کو بھی رزق دیتا ہوں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسب معاش نہ چھوڑو اور یہ نہ کہو کہ حق تعالی روزی دے گا، کیوں کی حق تعالی آسمان سے سونا چاندی نہیں بھیجتا، یعنی اس بات کی اسے قدرت ہے مگر کسی حیلے سے اللہ روزی عطا فرماتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ مجھے وہ جگہ جہاں میری موت آئے، بہتر ہے اس سے کہ میں اپنے اہل وعیال کے لئے تجارت کرتا رہوں، اپنے کجاوے فروخت کرتا رہوں، حضرت ابوایوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابوفتویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بازار کو لازم کرلو، اس لئے کہ غنا عافیت کا نام ہے، یعنی لوگوں سے غنا میں عافیت ہے، جس میں اللہ کی عبادت اطمینان وسکون سے کی جائے۔

صالحین کرام صنعت وحرفت اور کسب وتجارت کو مقدم لازم سمجھتے، تا کہ لوگوں سے سوال [بھیک مانگنے] کی ذلت سے بچ جائیں، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو روزی کا محتاج ہے، اگر وہ جماعت کے ساتھ نماز کو جائے تو کیا اسے اس دن لوگوں سے سوال کرنے

کی حاجت ہوگی؟ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا وہ روزی کمائے اور تنہا نماز ادا کرے۔ [کشف القلوب ج 2، ص 89]

حدیث پاک میں آیا ہے کہ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی کا ذکر کیا اور اس کی بہت تعریف کی اور سفر و حضر میں اس کی عبادت کا بیان کیا، حضور نے دریافت فرمایا: اس کو کھلاتا پلاتا کون ہے؟ اس کے جانوروں کو چارہ کون دیتا ہے؟ اور اسے کاروبار سے کس نے مستغنی کر رکھا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم لوگوں نے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم سب لوگ اس سے بہتر ہو۔ [تنبیہ الغافلین]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ تم میں سے نیک وہ ہے جو آخرت و دنیا دونوں کا کام کرے، حضرت سلیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ تو اپنے قدموں کو عبادت کے لئے کمربستہ رکھے، اور کوئی دوسرا تمہاری خاطر مصیبت اٹھائے، یہ کوئی خوبی نہیں ہے، بلکہ خوبی یہ ہے کہ پہلے اپنی روٹی گھر میں جمع کر اور پھر نماز پڑھ، اس کے بعد پرواہ مت کر کہ کون دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، برخلاف اس شخص کے جو گھر میں کھڑا نماز پڑھے اور آس پاس کھانے کو کچھ نہ ہو، پھر وہ شخص دروازہ کھٹکھٹائے تو دل میں یہ خیال کرے کہ کوئی روٹی لایا ہے، حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے دوستوں سے فرمایا کرتے تھے کہ روزی حاصل کیا کرو، کیوں کہ اکثر لوگ جو امرا کے دروازے پر جاتے ہیں وہ ضرورت کے لئے جاتے ہیں۔

اولاد آدم کو ایک ہزار صنعتیں

حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک ہزار صنعتیں [ہنر و تجارت] سکھلائی تھیں اور فرمایا کہ اپنی اولاد کو کہہ دو کہ ان کو سیکھ لیں اور ان سے اپنا پیٹ پالیں اور اپنے دین کو بیچ کر نہ کھائیں، حلال رزق کے جو بھی طریقے میسر آئیں، استعمال کریں، صرف نوکری، نوکری، نوکری کی طرف نہ بھاگیں، بے پناہ دباؤ اور بارہ سے چودہ گھنٹے سخت ڈیوٹی جواب دہی کے ساتھ خود سوچیں، تجارت میں بہت ہی زیادہ برکت ہے، سنت بھی ہے، اللہ کے رسول نے بھی تجارت کی، حضرت ابوطالب کی مالی حالت خوش کن نہ تھی، تنگ دستی کا اکثر سامنا آپ کو رہتا، آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تجارتی قافلہ ملک شام جانے والا ہے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کئی لوگوں کو اجرت دے کر بھیج رہی ہیں کہ وہ ان کا مال لے جائیں اور تجارت کریں، آپ جاؤ اور اپنی خدمت پیش کرو، حضور کی غیرت نے کسی کے پاس طالب اور سائل بن کر جانا گوارہ نہ کیا اور اپنے چچا کو جواب دیا: ولعلها ترسل الی فی ذالک، شاید وہ خود ہی مجھے اس سلسلے میں بلوا بھیجیں، حضرت ابوطالب نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ کسی اور کو مقرر کر دے گی، پھر آپ ایک ایسی چیز کو طلب کریں گے جو پیٹھ پھیر چکی ہوگی، اس پر حضور نے خاموشی اختیار کر لی، اللہ کے کرم سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس گفتگو کا علم ہو گیا تو فوراً پیغام بھیجا اور کہا میں یہ ذمہ داری اس لئے آپ کے سپرد کرتی ہوں کہ میں نے آپ کی سچائی، دیانت داری اور خلق کریم کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے، اگر آپ یہ پیشکش قبول فرمالیں تو جو معاوضہ میں دوسروں کو دیتی ہوں، اس سے دوگنا آپ کو دوں گی، حضور نے اس کا ذکر اپنے چچا سے کیا، آپ کے چچا نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا یہ رزق اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ خاص سے آپ کی طرف بھیجا ہے، آپ نے پیشکش قبول فرمائی اور تجارت شروع کر دی، بے پناہ فائدہ حاصل ہوا، اور آپ تجارت فرمانے لگے۔

رزق کا ذریعہ منجانب اللہ ہے

جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے لئے حصول رزق کا ایک ذریعہ مقرر فرما دے اور اس کے ذریعہ سے اس کو رزق مل رہا ہو تو اس میں لگا رہے، بلا وجہ اس کو چھوڑ کر الگ نہ ہو، جیسے آج کل نوجوان بہتر اور زیادہ کے لالچ و چکر میں لگی روزی بھی گنوا دے رہے ہیں، بہت سے واقعات شاہد ہیں، اس میں دلجمعی سے لگا رہے، جب تک وہ خود اس کے ہاتھ سے نکل نہ جائے، یا ایسے ناموافق حالات پیدا ہو جائیں، جس سے آگے جاری رکھنا مشکل ہو جائے، جب اللہ تعالیٰ نے کسی ذریعہ سے رزق وابستہ کر دیا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی عطا و رحمت ہے، اللہ نے ذریعہ لگا دیا یہ منجانب اللہ ہے، اب

منجانب اللہ کو اپنی طرف سے بلاوجہ نہ چھوڑے۔

روزگار اور معیشت کا نظام خداوندی تعجب خیز ہے، جس کو ہماری عقل نہیں سمجھ سکتی، اللہ فرماتا ہے: اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ کیا آپ کے رب کی رحمت کو یہ تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے ہی ان کی زندگانی دنیا کی روزی ان میں تقسیم کی ہے۔ [سورۂ زخرف آیت ۳۲]

جب اللہ نے انسانوں کے روزی کا نظام خود ہی بنایا ہے اور ہر ایک کے دل میں یہ ڈال دیا کہ تم یہ کام کرو، تم وہ کام کرو، تمہارا رزق اسی ذریعہ سے وابستہ کر دیا تو اسی سے لگے رہو، بلاوجہ رزق حلال کو چھوڑ کر دوسری جانب نہ دوڑو، کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اسی میں کوئی مصلحت رکھی ہو، جب تک کہ کوئی حالات نہ پیدا ہو جائے، اس سے پہلے خود سے رزق کا دروازہ بند نہ کرو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو رزق کی، تجارت کی اور لگی روزی کی اہمیت سمجھنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے آمین۔ ■■■

ص ۵۸ / کا بقیہ

آقا کی خدمت سے بہرامند ہونے کے لئے زر کثیر صرف کیا، اب آپ کی ہمت ہے، آپ کا حوصلہ ہے آپ کی اولوالعزمی ہے، آپ کے جذبات محبت کو دیکھنا ہے کہ کس عظمت واحترام سے، کس قدردانی اور محبت سے، کس خاطر مدارت اور کس اخلاص وعقیدت سے آپ اس پیارے مہمان کی میزبانی کرتے ہیں۔

ادارتی نوٹ:

یہ تحریر پرتنویر حضرت علامہ احسان الحق نعیمی علیہ الرحمہ نے ''یادگار رضا'' کے تعلق سے اس کے قارئین کرام کے لئے قلم بند کی تھی، جنھوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لے کر ترقی کے بام عروج پر تخت نشین کر دیا تھا، آج میں اسی تحریر کو ''سنی دنیا'' کے حق میں آپ کے لئے پیش کر رہا ہوں اور حضور تاج الشریعہ کے جاری فرمودہ اس رسالے سے آپ کے قلبی جذبات کے اظہار کا منتظر ہوں، کیوں کہ اس رسالے کی ترویج واشاعت، اس سے عشق و عقیدت ہمارا اخلاقی فرض بنتا ہے اور اگر ع

عشق ہے تو عشق کا اظہار ہونا چاہئے ■■■

اسلامیات

از: مفتی اسلم رضا قادری*

محبت الٰہی اور اس کے حصول کے طریقے

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی سچی محبت کی طرف بلاتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ. یعنی اے حبیب! آپ فرما دیجیے کہ لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو، تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ! اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا۔"[۱]

رسول اکرم ﷺ اپنے اصحاب کو کثرت سے محبت الٰہی سکھاتے، ان کے دلوں کو محبت الٰہی سے گرماتے رہتے، نیکیوں کے ذریعے قرب الٰہی پانے کا درس دیتے، یہی وجہ ہے کہ رحمت عالمیاں ﷺ کے کثیر صحابہ کرام اکثر ان اعمال سے متعلق دریافت کرتے رہتے، جن سے محبت الٰہی کا حصول ممکن ہو اور جن اعمال کے ذریعے محبت الٰہی میں روز بروز اضافہ ہوتا رہے۔

اللہ کے پسندیدہ اعمال

اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے اور اس میں اضافہ کرنے والے اعمال بے شمار ہیں، ان میں سے اہم ترین عمل یہ ہے کہ بندہ فرائض و واجبات کی ادائیگی کا اہتمام کرے، سیدنا عبد اللہ بن مسعود نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے؟ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: الصَّلَاةُ عَلٰى وَقْتِهَا. یعنی نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا۔[۲]

نماز کی حفاظت

نماز کی حفاظت اور اس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ. یعنی سب نمازوں کی نگہبانی کرو اور بیچ کی نماز کی اور اللہ کے حضور ادب سے کھڑے ہو۔[۳]

فرائض کے ساتھ نوافل کی کثرت

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِيْ لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَأُعِيْذَنَّهُ. یعنی میرا بندہ جس چیز کے ذریعے میرا قرب چاہتا ہے، اس میں سے فرض زیادہ محبوب ہے اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرے قریب ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، جب وہ مجھ سے مانگے تو اسے ضرور ضرور دیتا ہوں اور جب وہ میری پناہ مانگے تو اسے ضرور پناہ دیتا گا۔[۴]

اعمال صالحہ پر ہمیشگی

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعمال میں زیادہ محبوب کیا ہے؟ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: اَدْوَمُهَا وَاِنْ قَلَّ. یعنی وہ کام جو ہمیشہ پابندی کے ساتھ کیا جائے، اگرچہ مقدار میں تھوڑا ہی ہو۔[۵] نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کے فضل و احسان کا اعتراف ہے۔

اللہ کے محبوب معاملات

رب العالمین نے ارشاد فرمایا: وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ. یعنی بھلائی والے ہو جاؤ! یقیناً بھلائی والے اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔[۶]

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے قول و عمل میں

* مضمون نگار ابوظبی میں مقیم اہل سنت کے ایک متحرک اور فعال اہل علم و قلم ہیں۔

بھلائی، وہ عظیم کام ہے جسے وہ پسند کرتا ہے کہ آدمی جب لوگوں سے بات کرے تو اچھی گفتگو کرے، ہر کام یقین کامل کے ساتھ انجام دے، لوگوں کے ساتھ احسان وبھلائی کا معاملہ کرے، جو محروم کرے اُسے بھی عطا کرے، جو ظلم کرے اُسے بھی مُعاف کر دے، جو بُرائی سے پیش آئے اس کے ساتھ بھی بھلائی کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے اس پر صبر کرے، تاکہ محبت الٰہی پا سکے، اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا: وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ یعنی صبر والے اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں۔[۷]

اپنے خالق ومالک پر کامل بھروسا رکھے: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ یعنی یقیناً توکل والے اللہ تعالیٰ کو پیارے ہیں۔[۸]

وہ جو اپنی صلاحیتوں کو بھرپور انداز سے بروئے کار لاتے ہیں، تمام ممکنہ اسباب اختیار کرتے ہیں، اپنے مُعاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر ہماری تدبیر سے بہتر ہے، لہٰذا ان کا وجود پُرسکون اور دل مطمئن ہو جاتا ہے اور لوگوں کے ساتھ نرمی وفیاضی سے اس اچھے معاملہ کا یہ ثمرہ حاصل ہوتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرمانے لگتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ سَمْحَ الْبَيْعِ، سَمْحَ الشِّرَاءِ، سَمْحَ الْقَضَاءِ یعنی اللہ عزوجل بیچنے میں نرمی برتنے والے سے، خریدنے میں نرمی کرنے والے سے اور قرض کے تقاضا میں نرمی اپنانے والے سے محبت فرماتا ہے۔[۹]

بلاشبہ یہ ساری نرمی انسان کی اپنے مُعاملات میں عدل و انصاف کا تقاضا کرتی ہے، اس لیے کہ وہ اپنے حق سے اوپر کچھ نہیں لیتا، یہ بات قابلِ تعریف صفات میں سے ہے اور ان اچھائیوں کی ابتدا ہے جنھیں اللہ پسند فرماتا ہے: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ یعنی یقیناً انصاف والے اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور انصاف برابری کرنے کا نام ہے۔[۱۰]

اللہ کو محبوب اخلاق

خوبصورتی ایک ایسی نعمت ہے، جسے اللہ جل جلالہ پسند فرماتا ہے، کسی نے عرض کی: یارسول اللہ! آدمی پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو، اس کے جُوتے بھی عمدہ ہوں، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ صاحبِ جمال ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔[۱۱]

خوبصورتی کا مفہوم قول وعمل اور ظاہر وباطن کو شامل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ تُرٰى نِعْمَتُهٗ عَلٰى عَبْدِهٖ یعنی یقیناً اللہ جل جلالہ پسند فرماتا ہے کہ اس کے بندہ پر نعمت کا اثر دکھائی دے۔[۱۲]

یعنی نعمت الٰہی اس کی حالت کی اچھائی، اس کے لباس کی خوبصورتی اور اس کے کردار کی سنجیدگی میں نظر آئے۔

اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ انسان کے دل میں بھی اپنی نعمت کا اثر دیکھے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کے فضل کا اعتراف کرے: وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ یعنی تمہارے پاس جو بھی نعمت ہے، سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔[۱۳]

چاہے وہ نعمت چھوٹی ہو یا بڑی، سب اللہ جل جلالہ ہی کی عطا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الْأَكْلَةَ فَيَحْمَدَهٗ عَلَيْهَا أَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهٗ عَلَيْهَا یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ اس بندے سے راضی ہوتا ہے جو کچھ کھائے تو اللہ کی حمد کرے اور کچھ پیئے تو اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرے۔[۱۴]

راضی ہونے کا معنیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت فرماتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کی تعریف کرتا ہے، وہ جانتا ہے کہ سب فضل اللہ ہی کا ہے، رزق اسی پاک ذات کے قبضہ میں ہے، اس بندے کا دل صاف، جان ستھری، اس کی محبت سچی ہو، تو وہ دوسروں کے ساتھ بھلائی میں تعاون کرتا ہے، ہر بھلا کام انجام دینے میں کوشاں رہتا ہے، وہ سب ان باہمی محبت کرنے والوں میں سے ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ دنیا میں ان کی قدر ومنزلت بلند فرماتا ہے اور آخرت میں بھی انہیں اعلیٰ مقام عطا فرمائے گا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا: اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِيْ جَلَالِيْ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَاءُ۔ یعنی میری خاطر باہم محبت کرنے والوں کے لیے آخرت میں نور

کے منبر ہیں، جن پر انبیا اور شہدا بھی رشک کریں گے۔"[۱۵]

اللہ تعالیٰ کا محبوب

بلاشبہ جو عبادات و معاملات اور اخلاق و سلوک میں اپنے آپ کو سُدھار لے، باہمی محبت اپنے معاشرے میں بکھیرتا رہے اور استقامت و ہم آہنگی کے لیے کوشاں رہتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے ساتھ کامیاب و کامران ہو جاتا ہے، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا: إِذَا أَحَبَّ اللهُ العَبْدَ نَادَى جِبْرِيلَ: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلاَنًا فَأَحْبِبْهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ فَيُنَادِي جِبْرِيلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلاَنًا فَأَحِبُّوهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ القَبُولُ فِي الأَرْضِ. یعنی اللہ ﷻ جب کسی بندہ سے محبت فرماتا ہے، تو حضرت جبریل سے فرماتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو، تب جبریل بھی اس سے محبت کرتے ہیں، پھر حضرت جبریل علیہ السلام آسمان والوں میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت فرماتا ہے، لہٰذا تم لوگ بھی اس سے محبت کرو، تب آسمان والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں، پھر اس کی مقبولیت اہل زمین میں عام کر دی جاتی ہے۔"[۱۶]

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت عطا فرما، اس کے لیے ہمیں اچھے اچھے کام کرنے کی سعادت نصیب فرما، انہیں اچھے انداز سے انجام دینے کی ہمت و طاقت عطا فرما، اے اللہ! ہمارے ظاہر و باطن کو تمام گندگیوں سے پاک و صاف فرما، اپنے حبیب کریم ﷺ کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے قرآن و سنّت کے مطابق اپنی زندگی سنوارنے، سرکار دوعالم ﷺ اور صحابہ کرام کی سچی محبت اور اخلاص سے بھرپور اطاعت کی توفیق عطا فرما، ہم پر اپنی نعمتوں کی فراوانی اور ان میں دوام عطا فرما، ان کی حفاظت و شکر کی توفیق عطا فرما، ہمیں دنیا و آخرت میں بھلائیاں عطا فرما، پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ کی پیاری دعاؤں سے وافر حصّہ عطا فرما، ہمیں اپنا اور اپنے حبیب کریم ﷺ کا پسندیدہ بنا، ہم سے وہ کام لے جس میں تیری رضا شامل حال ہو، تمام عالم اسلام کی خیر فرما، آمین یارب العالمین۔

حوالہ جات: (۱) پ ۳، آل عمران 31 (۲) "صحیح البخاری" کتاب مواقیت الصلاۃ، ر527 : ص90 (۳) پ ۲، البقرۃ: 238 (۴) "صحیح البخاری" کتاب الرقاق، ر6502 ص1127 (۵) "صحیح البخاری" کتاب الرقاق، ر6465 ص1121 (۶) پ ۲، البقرۃ 195 (۷) پ ۴، آل عمران: 146. (۷) پ ۴، آل عمران 159. (۸) "سنن الترمذی" أبواب البیوع، ر1319: ص 320. (۹) پ ۶، المائدۃ 42 (۱۰) "صحیح مسلم" کتاب الإیمان، ر265 ص 54. (۱۱) "مسند الإمام أحمد" مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، ر6720، 2/ 603. (۱۲) پ ۱۴، النحل 53 (۱۳) "صحیح مسلم" کتاب الذکر والدعاء، ر6932 ص1186 (۱۴) "تحفۃ الأحوذی" تحت ر1816، 2/ 1570. (۱۵) "سنن الترمذی" أبواب الزہد، ر2390 : ص 545. (۱۶) "صحیح البخاری" کتاب بدء الخلق، ر3209 : ص 536.

ص ۱۰ رکا بقیہ..........

تمہاری انہی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے کہ آج ہر ایرا غیرا حکمت و دانائی سے بھرپور احکامات شرع پر انگشت نمائی کر رہا ہے، نہ تم اس درجہ احکام شرع کی ناقدری کرتے، نہ کسی میں اسے تبدیل کرنے کی جرأت ارزانی ہوتی، نہ تم اسلامی رعایت کا غلط فائدہ اٹھاتے، نہ کسی کو تمہاری اسلامی زندگی تباہ و برباد کرنے کا موقع ملتا، یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے، سب تمہاری شامت اعمال کا نتیجہ ہے، یہ تمہاری ہی کاشت ہے جسے تم کاٹ رہے ہو، للہ! ہوش کے ناخن لو، زمانہ قیامت کی چال چل چکا ہے، اے سمجھو اور اپنی عظمت رفتہ کی بازیابی کے لئے مرد حق آگاہ کی طرح میدان عمل میں کود پڑو، اب بھی وقت ہے ورنہ اگر تمہارا یہی حال رہا تو بہت جلد صفحۂ ہستی سے مٹا دیے جاؤ گے، شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے نصف صدی پیشتر ہی تمہاری اس حالت زار پر تمہیں تنبیہ کرتے ہوئے کہا تھا۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندی مسلمانوں
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

■■■

اسلامیات

از: مولانا سید اولاد رسول قدسی٭

اخلاق کی خوشبو

گرمی کا موسم اپنے شباب کی دہلیز پر قدم رکھ چکا ہے، آفتاب عالم تاب کی آتشیں کرنیں پوری فضا کو اپنے حصار میں لیے ہوئی ہیں، آسمان شعلے اگل رہا ہے اور زمین کا سینہ شدت حرارت سے پھٹا جا رہا ہے، درختوں کی لمبی قطاریں اپنی نیم مردہ ٹہنیوں اور بے حس وحرکت پتیوں کو دیکھ کر آہیں بھر رہی ہیں، دور دور تک چرند و پرند کا نام ونشان نظر نہیں آرہا ہے، سڑکیں سنسان ہیں اور پورے ماحول پہ ایک عجیب ہو کا عالم طاری ہے، ایسا لگتا ہے کہ یہ وسیع دنیا آبادیوں سے بالکلیہ خالی ہو چکی ہے۔

اسی خوں اگلتے موسم کی ایک بھری دوپہر میں تمام لوگ اپنے اہل وعیال کے ساتھ گھروں میں محو آرام ہیں، مگر مکہ میں رہنے والی ایک بڑھیا نہ صرف یہ کہ اپنے گھر کو چھوڑ رہی ہے بلکہ اپنے وطن عزیز کو دائمی خیرباد کہنے کی تیاریوں میں مصروف کار ہے، اپنے سارے ساز وسامان کو سمیٹنے میں لگی ہوئی ہے، اسی اثنا میں اعزہ و اقارب اس کے قریب آتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ آج آپ اس قدر پریشان کیوں نظر آرہی ہیں؟ ان ڈھیر سارے سامان کو اچانک سمیٹنے کی کیا ضرورت پیش آگئی؟ آخیر معاملہ کیا ہے؟ کچھ تو بتائیے، مگر بڑھیا ہے کہ خاموشی کے ساتھ اپنی تیاریوں میں مصروف عمل ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے، اعزہ و اقارب کی بے چینیاں بڑھتی جا رہی ہیں کہ آخر ناگہانی گھر چھوڑنے پر کیوں تلی ہوئی ہیں۔ پیہم اصرار کے بعد بڑھیا لب کشا ہوتی ہے اور کہتی ہے کہ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ آج عرب میں کیسا شور وغوغا مچا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا آخیر آپ اس قدر غضب ناک کیوں ہو رہی ہیں؟ پہیلی نہ بجھائیں، بلکہ آپ ہمیں حالات اور مسائل سے آگاہ کیجئے تاکہ اس کے سدباب کی کوئی موثر صورت نکالی جا سکے، بڑھیا کی بھنویں تن جاتی ہیں اور مزید غضب ناک ہو کر کہتی ہے کہ لگتا ہے تم لوگ اندھے اور بہرے ہو گئے ہو، تم لوگ تو مفادات عیش وعشرت کی محفلوں میں مست و سرشار رہتے ہو، تمہیں وقت ہی کہاں ملتا ہے کہ کبھی اپنے آبائی مذہب اور اپنے معبودوں کے بارے میں سر جوڑ کر سوچو۔

آج ہمارے مذہب کا کھنڈن ہو رہا ہے اور ہمارے وہ معبود جن کی پرستش ہمارے آبا و اجداد صدیوں سے کرتے آرہے ہیں آج انہیں گالیاں دی جا رہی ہیں اور ان پر پھبتیاں کسی جا رہی ہیں کہ یہ سب باطل و فاسد ہیں، ان میں کوئی وصف و کمال نہیں، اس لئے کہ یہ بے جان پتھر ہیں، بھلا بے جان پتھر جس میں ذرہ برابر بھی حرکت کرنے کی صلاحیت نہیں وہ معبود کیسے ہو سکتا ہے؟ جو ایک حقیر سی مکھی سے اپنی مدافعت نہیں کر سکتا وہ پوری قوم کی حفاظت کیا کرے گا؟ کیا میں اس عالم ضعیفی میں یہی سب سنتی رہوں گی؟ میرے اندر اتنی تاب نہیں کہ میں اپنے معبودوں کے خلاف ایک بھی لفظ برداشت کر سکوں، میری رگوں کے خون خشک ہو چکے ہیں اور میری ہڈیاں جواب دے چکی ہیں، ظاہر ہے کہ اس بے بسی اور حرماں نصیبی کے عالم میں کوئی دفاعی کارروائی تو نہیں کر سکتی، اس لئے میں مکہ کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ رہی ہوں، اب جنگل میں میرا بسیرا ہوگا، وہاں کوئی میرے معبودوں کے خلاف بکواس کرے گا اور نہ میں اس قسم کی باتیں سنوں گی، اسی طرح میں اپنی آخری عمر کا بقیہ حصہ اپنے معبودوں کی پرستش میں گزار دوں گی، میرے لئے زمین کا بچھونا اور آسمان کا شامیانہ کافی ہے، تمہاری مدد کی کوئی ضرورت نہیں، ہٹ جاؤ میری نگاہوں سے ہٹ جاؤ تم اس قدر لاابالی اور بے غیرت ہو چکے ہو کہ تمہیں اپنے مذہب کی حفاظت کی کوئی فکر لاحق ہے نہ دین کا پاس اور نہ معبودوں سے ذرہ برابر عقیدت، لگتا ہے تمہیں سانپ سونگھ گیا

٭مضمون نگار نیو یارک امریکہ میں مقیم اہل سنت معتبر ناقد و ادیب ہیں۔

ہے، لات وعزیٰ کا آشیر واد ہو ابوجہل اور ابولہب پر جنہوں نے اپنے شب وروز دینی خدمات میں وقف کر رکھے ہیں، معبودوں کی حفاظت میں اپنی زندگی کا سارا اثاثہ قربان کردیا ہے، رات میں انہیں آرام ملتا ہے اور نہ دن میں سکون، ایک تم ہو کہ دین و مذہب کی فکر سے مکمل ماورا نظر آرہے ہو۔

اقارب نے کہا اب تو آپ ہم پر بہت برس پڑیں، ذرا بتائیے تو سہی وہ کون شخص ہے جو ہمارے آبائی مذہب پر انگلی اٹھانے کی جسارت کررہا ہے اور ہمارے لات وعزیٰ کو باطل کہنے کی جرأت کررہا ہے، یقین جانئے کہ اب آپ کی باتیں سن کر ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہوچکا ہے، ہم اس شخص کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گے جو ہمارے معبودوں کی شان میں کیچڑ اچھالتا ہے، ہمیں افسوس ہے کہ اب تک ہم نے ان باتوں پر توجہ نہیں دی، اب ہم آپ کے سامنے عہد و پیمان کرتے ہیں کہ ہم اس شخص سے ضرور انتقام لیں گے، پہلے آپ اس شخص کا نام تو بتایئے۔

بڑھیا نے روتے ہوئے جواب دیا کہ تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، کیوں کہ میں نے بیشتر لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اس کی طرز سخن میں ایسی حلاوت جاگزیں ہے کہ اس سے جو ایک بار ملتا ہے اور اس کی باتیں سنتا ہے تو وہ اسی کا ہو کر رہ جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ دن بدن لوگ اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر اسلام کی آغوش میں جوق در جوق سمائے جارہے ہیں اور قبیلہ کا قبیلہ صحابی بنتا جارہا ہے، کیا تم نے نہیں سنا کہ ابوقحافہ، خطاب اور عفان کے بیٹے بھی صحابی بن چکے ہیں، میں اب ہرگز مکہ میں نہیں رہوں گی، مبادا اس کی سحر انگیز باتیں میرے کانوں سے ٹکرا جائیں اور میں بھی اپنا مذہب ترک کرنے پر مجبور ہوجاؤں، اقارب نے بے پناہ اصرار کیا کہ اخیر آپ اس شخص کا نام کیوں نہیں بتاتی ہیں؟ کب تک یوں ہی آپ ہماری بے چینیوں میں اضافہ کرتی رہیں گی؟ آپ کا یہ اقدام کہ مکہ چھوڑ کر جنگل میں زندگی گزاریں گی اس میں تو ہمیں بزدلی اور نفسانیت کی بو آرہی ہے، آپ تو اپنا دین بچانے پر تلی ہوئی ہیں، مگر آپ کو ہماری اور لات وعزیٰ کی کوئی فکر نہیں، یہ کوئی عقیدت ہے، یہ کوئی محبت ہے؟ تف ہے آپ کے ایسے نظریہ فکر پر، دوران گفتگو بڑھیا اپنا سارا سامان ایک بوریا میں باندھ چکی تھی، اب بغیر کوئی جواب دیئے بوری سر پر اٹھاتی ہے اور پاؤں پٹختی ہوئی گھر سے نکل جاتی ہے، اقارب نے بڑھیا کو روکنے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہے۔

بڑھیا چلچلاتی دوپہر میں ریگ زاروں کے سینوں کو چیرتے ہوئے انجام کی پرواہ کئے بغیر کشاں کشاں چلی جارہی تھی، حقیقت تو یہ تھی کہ اسے خود بھی پتہ نہ تھا کہ وہ کہاں جارہی ہے اور جنگل میں اس ضعیفی میں زندگی کے بقیہ لمحات کیسے گزارے گی، اس کے سر پر ایک ایسا جنون سوار تھا کہ وہ اپنی منزل سے بے خبر چلی جارہی تھی، چلتے چلتے اس کے پیر میں سوجن آجاتی ہے، مزید چلنے کی تاب نہیں رہی، پھر بھی وہ اپنی منزل کی جانب بڑھتی جارہی تھی، مشکلات و تکالیف کا مقابلہ کرتے ہوئے وہ کسی طرح بھی مکہ کی سرحد تک پہنچ گئی، جس وقت وہ سرحد عبور کررہی تھی اس وقت یکایک اس کا سر بری طرح چکرایا اور وہ نڈھال ہو کر زمین پر گر پڑی۔ تھوڑی دیر بعد معاً اس کی نگاہیں ایک شخص پر مرکوز ہوجاتی ہیں جو بدر منیر سے بھی زیادہ حسین و جمیل نظر آرہا تھا، جس کے جسم اقدس کی خوشبو سے پوری فضا معطر ہوئی جارہی تھی، اس کے حسن لازوال سے بڑھیا کی نگاہیں خیرہ ہورہی تھیں اور اس کی بھینی بھینی خوشبوؤں سے بڑھیا کو عجیب وغریب اور ناقابل بیان آسودگی مل رہی تھی، وہ شخص اس کی جانب بڑی تیزی کے ساتھ بڑھتا جارہا تھا، بڑھیا مسلسل یہ سوچے جارہی تھی کہ ہو نہ ہو یہ کوئی فرشتہ ہے، بھلا کوئی انسان بھی اتنا حسین و جمیل ہوسکتا ہے، اس کی معصومیت بتارہی ہے کہ زمین کا نہیں بلکہ آسمان کا نوری مکین ہے، بڑھیا کا دل خوشیوں سے لبریز ہوچکا تھا اور وہ مسلسل سوچے جارہی تھی کہ لات وہبل سے اس کی پریشانیاں دیکھی نہیں گئیں، اس لئے انہوں نے ایک حسین پیکر کو میرے لئے معین و مددگار بنا کر بھیج دیا ہے، جوں ہی بڑھیا کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا وہ شخص اس کے سامنے کھڑا کہہ رہا تھا: دادی اماں! آپ بہت شکستہ نظر آرہی ہیں، آپ کی راہوں میں وہ کون سی رکاوٹیں حائل ہوگئی ہیں جس کی بنیاد پر آپ کے چہرے پر درد و کرب کے آثار نظر آرہے ہیں؟ بلا

تکلف مجھے بتائیے، میں آپ کی ہر ممکن مدد کرنے کو تیار ہوں، اس شخص کی رس گھولتی ہوئی آواز بڑھیا کے کانوں سے کیا ٹکرائی اس کے دل کی دنیا میں ایک عظیم تبدیلی رونما ہوگئی، اس کے شرک وکفر متزلزل ہوگئے، مگر معاً اس کے سامنے اس کی انا حائل ہو جاتی ہے اور اس کے ضمیر کو ملامت کرتے ہوئے جھنجھوڑتی ہے کہ اے لات وعزیٰ کی پرستار! تجھے اپنے دین کی حفاظت میں کسی بھی شخص کی مدد نہیں لینی چاہئے، یہ تیری غیرت دینی کے منافی ہے، جب تو ایک طویل مسافت بذات خود طے کر چکی ہے تو پھر تھوڑی دور کے لئے کسی کے تعاون کا رہین منت ہونا تیری خودداری کے لئے ایک بڑا چیلنج ہوگا، فوراً اس کے رویہ میں تبدیلی آتی ہے اور وہ بڑے ہی تیکھے انداز میں بولتی ہے کہ اے شخص! تو اپنی راہ لے، مجھے تیری مدد کی کوئی ضرورت نہیں، میرے لئے لات وعزیٰ سے بڑھ کر کون مددگار ہوسکتا ہے، مگر وہ شخص تھا کہ پیہم کہتا جا رہا تھا کہ دادی اماں! اس عالم ضعیفی میں آپ کی پریشانیاں مجھ سے دیکھی نہیں جاتیں، مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کی بوری کو اپنے سر پر رکھ لوں اور آپ جہاں فرمائیں گی میں وہاں تک پہنچا دوں گا، آپ مجھ سے غیریت کا مظاہرہ کیوں کر رہی ہیں، کیا آپ کو نہیں معلوم کہ نادار و ناتواں کی خدمت کرنے میں مجھے کس قدر لطف ملتا ہے، اس شخص نے یہ ساری باتیں اس قدر معصومیت سے کہہ ڈالیں کہ بڑھیا کا دل پسیج گیا اور کہنے لگی: ہاں میں تمہاری مدد لینے کو تیار ہوں، اتنا سنتے ہی اس شخص کے دل کی باچھیں کھل اٹھیں، اس کے چہرے پہ سرور و کیف کی قندیلیں روشن ہوگئیں، فوراً بڑھیا کی بھاری بھر کم بوری اپنے سر پر اٹھایا اور رواں دواں ہوگیا، راستہ بھر بڑھیا اپنی منزل کی نشان دہی کرتی رہی، بالآخر منزل آہی گئی، منزل کیا تھی ایک پر وحشت و گنجان بے آب و گیاہ صحرا تھا، بڑھیا نے بڑے انکسار آمیز لہجے میں کہا: بس یہیں میری بوری اتار دو، اب یہاں کسی کی آواز میرے کانوں سے نہیں ٹکرائے گی، جانے وہ اپنے تئیں کیا سے کیا بڑبڑاتے جا رہی تھی، اب وہ شخص بڑھیا سے کہنے لگا: اچھا! اب مجھے اجازت دیجئے، میں چلوں، بڑھیا نے کہا ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ تم اپنی محنتوں کا معاوضہ لئے بغیر چلے جاؤ، یہ تو تمہاری کاوشوں کا ثمرہ! اس شخص نے کہا معاف کیجئے گا، میں اپنی محنتوں کا معاوضہ نہیں لیتا، میں نے کوئی محنت کی ہے اور نہ کوئی احسان کیا ہے، یہ تو میرا فرض تھا جسے میں نے نبھایا اور میں پہلے سے بتا چکا ہوں کہ مجھے بے کس وبے بس کی مدد کرنے میں بڑی خوشی میسر آتی ہے، اچھا تو میں اب چلتا ہوں، پھر بھی کوئی ضرورت پیش آئے تو مجھے یاد کر لیجئے گا، بڑھیا اس حسین پیکر کی اخلاقی قدروں کو دیکھ کر بے پناہ متاثر ہوئی اور بے تابانہ انداز میں کہنے لگی کہ اتنی جلدی بھی کیا ہے، تھوڑی دیر اور بیٹھو، تمہاری باتیں سن کر ذہن ودماغ کو بڑا سکون ملتا ہے، اس شخص نے کہا میں کچھ دیر اور بیٹھتا، مگر میرے سر پر دوسری اہم ذمہ داریاں ہیں، اچھا میں اب چلتا ہوں۔ بڑھیا نے کہا بیٹے! لات وعزیٰ کی قسم! اب تم سے جدا ہونے کو جی نہیں چاہتا، اگر تم اس قدر مصر ہو تو جاؤ، مگر اس سے پہلے ذرا تم اپنا نام بتاتے ہوئے جاؤ۔

اس شخص کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور کہا: دادی اماں! کاش آپ میرا نام نہ پوچھتیں تو کیا ہی بہتر ہوتا، بڑھیا نے کہا: آخر کیوں؟ اس میں کون سی قباحت ہے؟ ارے تمہاری آنکھوں میں آنسو! اگر تم کو میری کسی بات سے تکلیف ہوئی ہے تو میں معذرت خواہ ہوں، مگر ذرا اپنا نام تو بتا دو، اس شخص نے کہا کہ اگر آپ اس قدر اصرار کر رہی ہیں تو جگر تھام کر سنئے، میں وہی "محمد" ہوں کہ جس کی خاطر آپ ڈھیر ساری مصیبتوں سے دوچار ہوئیں، اس ضعیفی اور نقاہت کے عالم میں پریشانیوں کا بار اٹھایا، حتیٰ کہ اپنے وطن عزیز مکہ کو خیر باد کہا، اتنا سنتے ہی بڑھیا بے ساختہ پکار اٹھی: ارے تم ہی محمد ہو، اگر تم اتنے اچھے ہو تو تمہارا دین کتنا اچھا ہوگا، اب تک ابوجہل وابولہب جیسے کمینوں نے تمہارے خلاف میرے اندر بدگمانیاں بھر دی تھیں، نہ جانے کیسی کیسی نازیبا باتیں کہی تھیں، مگر تم تو بالکل برعکس نکلے، اب میں اپنے کفر وشرک کی گردن مروڑ کر لات وعزیٰ کی پرستش سے تائب ہوتی ہوں، تمہاری غلامی کا طوق میں گلے میں ڈال کر بصد ناز پڑھتی ہوں کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

■■■

از: مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ] *

مصطفیٰ جانِ رحمت اور صبر و استقامت

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبر و رضا اور ثبات و استقلال کا ایک عظیم پیکر تھے، ابتدائے حیات سے لے کر وقت وصال تک آزمائشوں کا ایک طویل سلسلہ ہے جو اس پیکر رحمت کا طواف کرتی رہیں اور صبر و استقلال کے ہنر سیکھتی رہیں، یہ آزمائشیں ذاتی قسم کی بھی تھیں اور ملی سطح کی بھی، لیکن یہ سراپا بہاران تمام آزمائشوں سے سرخرو ہو کر نکلا اور ایسا کامیاب، منظم، صالح، پائیدار اور تاب دار انقلاب برپا کر گیا جس کی برکتوں سے آفاق و انفس قیامت تک سرفراز ہوتے رہیں گے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس وجود سے جب یہ کائنات سرفراز ہوئی تو اس وقت آپ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب اس فانی دنیا کو الوداع کہہ چکے تھے، حضرت عبد اللہ کی وفات پر معصوم فرشتوں نے حسرت و اندوہ کے جذبات سے لبریز ہو کر بارگاہ خداوندی میں عرض کی: مولیٰ! تیرا محبوب یتیم ہو گیا، حق تعالیٰ نے فرمایا: کیا ہوا؟ میں اس کا حامی و ناصر ہوں۔ [مدارج النبوۃ ۲، ۲/۱۳]

چھ برس کی عمر میں والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب کا سایۂ شفقت سر سے اٹھ گیا، عمر شریف آٹھ سال کی ہوئی تو دادا جان حضرت عبد المطلب نے اس دنیا سے رخ موڑ لیا لیکن ربانی رحمت ہمہ دم آپ کی کارساز اور دم ساز رہی۔ یہ ایسی معاشرتی تشنگیاں تھیں جن کا ہر باشعور احساس رکھتا ہے، لیکن آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی اضطراب اور خلش محسوس نہیں کی اور نہ دوسرے اس کا اندازہ کر سکے۔ منصب نبوت سے سرفرازی کا ذمہ دارانہ احساس ہر قدم پر دامن گیر رہا، اس لئے آپ ہر قدم پر زمانے کے سرد و گرم کا مضبوطی سے مقابلہ کرتے رہے اور اپنے رب کی کبریائی بیان فرماتے رہے، جب دنیا میں تشریف لائے تو رب کے حضور سجدہ ریز تھے اور جب زبان گویا ہوئی تو سب سے پہلا جملہ زبان مبارک سے یہ ادا ہوا: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَسُبْحٰنَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔

شعور کے آغاز سے لے کر اعلان نبوت سے پہلے تک آپ کی مبارک زندگی کے ایام سکون اور سادگی کے ساتھ گزرے، اس دوران تجارتی سفر ہوئے، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہمراہ ازدواجی رفاقتیں رہیں، مختلف تنازعات کے فیصل بنے اور ایک زمانہ آپ کی امانت، دیانت، صداقت، عفت اور حکمت کا قائل ہو گیا۔ اسی لئے جب کوہ فاران پر چڑھ کر قریش سے یہ فرمایا کہ اے اہل قریش! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کی دوسری جانب ایک بڑا لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے آ رہا ہے تو کیا تم تسلیم کر لو گے؟ قریش نے بے ساختہ کہا تھا "کیوں نہیں؟ اَنْتَ الصَّادِقُ الْاَمِیْنُ۔ آپ کو ہم نے ہمیشہ راست باز اور امانت دار پایا ہے۔"

اعلان نبوت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مصائب و آلام کی یلغار شروع ہو گئی۔ آزمائشوں کا ایک سلسلہ تھا جو ختم ہونے کا نام نہ لیتا تھا۔ ہر قدم احتیاط کا طالب اور ہر لمحہ نت نئے فتنوں کا اعلامیہ، لیکن رسول محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ثبات و استقلال نے ہر ظلم کو شکست اور ہر فتنے کو لگام دیدی، آپ ایک مضبوط پہاڑ کی مانند ظلم و ستم کے طوفانوں کے سامنے ڈٹے رہے اور اپنے مشن کی تکمیل میں ہمہ تن مصروف۔

اعلان نبوت سے لے کر ہجرت تک تقریباً تیرہ سال کا عرصہ ایسا صبر آزما گزرا ہے جس میں سراپا حوصلہ افراد کی بھی ہمتیں چھوٹ جاتیں، علانیہ تبلیغ کے وقت مشرکین عرب کا ظالمانہ برتاؤ، شعب ابی طالب کی جاں گسل تنہائیاں، سال غم کے صدمے، اہل طائف

کی خوں آشام شرارتیں اور اخیر میں ہجرت کا جگر سوز مرحلہ۔بس یہ حوصلہ نبوت ہی تھا جو یہ سارے مصائب وآلام،ایذا رسانیاں اور شرارتیں تائید ایزدی کے سہارے جھیل گیا،ورنہ یہ کسی انسان کے بس کی بات نہ تھی،آئیے ایک نگاہ ہم بھی دیکھتے چلیں کہ سراپا ظلم افراد کی ظالمانہ صورت کیا تھی اور نبی معصوم کی صابرانہ قوت کیسی؟

نبی رحمت کے قدوم میمنت لزوم نے غار حرا کو روشنی عطا کی جہاں نور الٰہی کی پہلی کرن "اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ" کی صورت میں نازل ہوئی،پھر کچھ دنوں کے بعد اس بالاپوش رسول پر سورۂ مدثر کی آیات کریمہ نازل ہوئیں جن میں آپ کو اسلام کی تبلیغ پر مامور فرمایا گیا۔منصب نبوت کے تاجدار نے تین سال تک رازداری کے ساتھ اسلام کی تبلیغ واشاعت کا فریضہ انجام دیا،جس کے زیر اثر سینکڑوں افراد پرچم اسلام تلے آگئے اور رسول محتشم کے دامان کرم سے وابستہ ہوگئے،سیدنا صدیق اکبر،مولائے کائنات علی مرتضی،ام المومنین خدیجۃ الکبری اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین سابقین اولین کے سرخیل ہیں، پھر "وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ" [الشعراء ۲۱۴] کے فرمان سے آپ کو اپنے قرابت داروں اور پاس پڑوس والوں کو دعوت اسلام دینے کی اجازت مرحمت ہوئی۔صفا پہاڑ کی بلندیوں سے آپ نے اپنے گردوپیش رہنے والے افراد تک اسلام کا پیغام پہنچایا تو بدلے میں سب وشتم اور شرارتیں ملیں،لیکن چوتھے سال نبوت میں "فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ" [الحجر ۹۴] کا علانیہ سنتے ہی آپ نے بالکل کھلے بندوں توحید ورسالت کی دعوت دینی شروع کردی اور کفر وشرک کی مذمت کا آغاز فرمادیا۔اس سلسلے میں بڑی سے بڑی مزاحمت کو بھی آپ خاطر میں نہ لائے۔علانیہ تبلیغ کے اس مرحلے میں قدم رکھتے ہی سارا عرب آپ کا زبردست مخالف ہوگیا،اس کے بعد شرارتوں اور سازشوں کی وہ گرم بازاری ہوئی کہ الامان والحفیظ۔

خاندان بنو ہاشم کا فرد فرید ہونے کے سبب مشرکین عرب کو جان سے کھیلنے کی ہمت تو نہ ہوئی لیکن اس کے سوا وہ ایذا رسانی کی جو کوششیں کرسکتے تھے،سب کر گزرے،کوئی ساحر کہتا،کوئی شاعر اور کوئی مجنوں۔لفنگوں اور شریر بچوں کا گروہ غول بیابانی کی طرح آپ کے درپے کردیا جاتا جو حضور پر پھبتیاں کستا،جسم اقدس پر پتھر برساتا اور راہ مبارک میں کانٹے بچھاتا،جسم اطہر پر غلاظتیں ڈالتا اور کبھی آپ کے وجود مسعود کو دھکا دے کر گرانے کی کوشش کرتا،حرم کعبہ کے مقدس صحن میں دوران نماز بدبخت عقبہ بن معیط نے گلوئے اقدس میں چادر سے پھندہ ڈال کر ایسا بل دیا کہ حضور کی چشمان مبارک اُبل پڑیں اور دم گھٹنے لگا،یار وفادار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ منظر دیکھا تو جست لگا کر عقبہ پر ٹوٹ پڑے،ایک مرتبہ پھر اسی بدبخت نے ابوجہل کے ورغلانے پر اونٹ کی بھاری اوجھڑی حضور کے شانے پر لاکر رکھ دی،حضور حرم کعبہ میں سجدے کی حالت میں تھے اور اوجھڑی کے بارے اٹھ نہیں سکتے تھے،خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالی عنہا دوڑتی ہوئی آئیں اور اپنے مقدس ہاتھوں سے اوجھڑی کو پشت اقدس سے ہٹایا،اس خبیثانہ شرارت سے حضور اس درجہ کبیدہ خاطر ہوئے کہ جان رحمت کے دست مبارک جو ہمیشہ دعا کے لئے اٹھتے تھے،ان بدنصیبوں کی دعائے ہلاکت کے لئے دراز ہوگئے "اَللّٰهُمَّ عَلَیْكَ بِقُرَیْشٍ" "اے اللہ!قریش کے ان افراد کو اپنی گرفت میں لے لے،پھر ابوجہل،عتبہ،شیبہ،ولید، امیہ،عُمارہ کا نام لے کر ان کے لئے خصوصی دعائے ہلاکت فرمائی،یہ سبھی کفار ذلت کے ساتھ غزوہ بدر میں مارے گئے،نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب قرآن حکیم کی تلاوت فرماتے، لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تو کفار عرب گالیاں دیتے،تالیاں پیٹتے،سیٹیاں بجاتے،شور مچاتے تاکہ قرآن حکیم کے شیریں کلمات کہیں دل نشیں نہ ہوجائیں،ابوجہل اور ابولہب چلا چلا کر کہتے: عرب والو!میرا بھتیجا دیوانہ ہوگیا ہے،اس کی باتوں پر دھیان مت دو،لیکن ان تمام حوصلہ شکن شرارتوں کے باوجود حضور اپنے فرائض تبلیغ کی ادائیگی میں مصروف رہتے۔

کفار مکہ جب حضور کی ایذا رسانی سے تنگ آگئے اور دیکھ لیا کہ آپ کسی طور سے دین اسلام کی تبلیغ واشاعت سے باز نہیں آتے تو حضور کے جاں نثاروں کو پریشان کرنا شروع کردیا،وہ

مسلمانوں پر ایسے جگر سوز مظالم ڈھاتے جنہیں دیکھ کر دل دہل جاتے اور رونگٹے کھڑے ہوجاتے، مقصد یہ تھا کہ ان خوف ناک مظالم کو دیکھ کر ہی دوسرے، مذہب اسلام سے قریب آنے کی نہ سوچیں لیکن ان اذیتوں کا فداکاران مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ذرہ برابر اثر نہ ہوتا اور وہ صبر واستقلال کی چٹان بن کر ان مظالم کے سامنے سینہ سپر رہتے، حضرت خبّاب بن ارت، حضرت بلال حبشی، حضرت یاسر، حضرت عمار بن یاسر، حضرت صہیب رومی، حضرت ابوفکیہ، حضرت عامر بن فُہیرہ ان حضرات صحابہ کے قافلہ سالار ہیں جنہیں اسلام قبول کرنے کی پاداش میں بازاروں میں گھمایا جاتا، زدوکوب کیا جاتا، گرم ریت پر لٹا کر وزنی پتھر یا بھاری بھرکم آدمی کا قدم سینے پر مسلط کردیا جاتا، انگاروں پر لٹایا جاتا، رسی کا پھندا ڈال کر گھسیٹا جاتا، کوڑے مارے جاتے لیکن یہ عاشقان جمال محمدی کسی ظلم کی پرواہ نہ کرتے اور خدائے واحد کی تسبیح اور محمد عربی کی رسالت کے گن گاتے رہتے، کنیزوں میں حضرت لُبینہ، حضرت زُنیرہ، حضرت نَہدیہ، حضرت امّ عُبیس کے خصوصی تذکرے ملتے ہیں جو ان مظلومانہ مراحل سے مسکراتے ہوئے گزریں، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ایثار قیامت تک یاد رکھا جائے گا کہ آپ نے ان مظلومین میں سے بیشتر کو بڑی بڑی رقمیں دے کر ان کے ظالم آقاؤں سے خریدا پھر آزاد کردیا، حضرت صدیق اکبر، حضرت ابوذر غفاری، حضرت عثمان غنی، حضرت زُبیر بن العوّام، حضرت سعید بن زید جیسے معززین اور صاحبان جاہ وثروت عرب بھی ان ظالموں کی چیرہ دستیوں سے محفوظ نہ رہ سکے اور انہیں بھی اپنوں کے ہاتھوں زدوکوب کی سختیاں جھیلنی پڑیں، ان مظالم سے جان رحمت، سراپا شفقت، پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب نازک پر کیا کیفیات گزرتی ہوں گی؟ جو ذاتی دشمن کی تکلیف پر بھی مضطرب ہوجایا کرتے تھے، اس کا اندازہ ہر باشعور کرسکتا ہے، خوب کہا کہنے والے نے ؎

اس رحمت کل کی شفقت کا کیا کوئی کرے گا اندازہ
دشمن کی پریشانی پر بھی دل جس کا پریشاں ہوجائے

اپنے جاں نثاروں کی ان ناقابل برداشت تکالیف کو دیکھتے ہوئے حضور نے حبشہ پھر مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی، جب ظلم وستم کے یہ حربے کام نہ آئے تو کفار قریش، حضور کے محترم چچا حضرت ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ یا تو اپنے بھتیجے کی حمایت سے دست کش ہوجائیں یا اسے ہمارے حوالے کردیں، ورنہ جنگ کے لئے تیار ہوجائیں، اتنے زبردست سماجی دباؤ سے مجبور ہوکر حضرت ابوطالب، حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، آپ کی فہمائش کی اور اپنا ناتوانی بھرا عذر پیش کیا، حضور نے آخری سائبان شفقت جدا ہوتے دیکھ کر بھی برملا ارشاد فرمایا:

"چچا جان! خدا کی قسم! اگر قریش میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند لاکر رکھ دیں، پھر بھی میں دین خدا کی تبلیغ واشاعت سے باز نہ آؤں گا یا تو خدا اس کام کو پورا فرمادے یا پھر میں خود دین اسلام پر نثار ہوجاؤں گا۔"

حضور کا جذبات سے بھرا جواب سن کر ابوطالب نے پرجوش محبت کے ساتھ کہا: عزیزم! میں بہر طور تمہارے ساتھ ہوں، میرے ہوتے کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

[سیرت ابن ہشام، ۱/۲۶۶]

کفار مکہ نے جب یہاں بھی منہ کی کھائی اور آئے دن جاں نثاران مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اضافہ ہوتا رہا تو زچ ہو کر عرب کے سارے قبائل نے پورے قبیلۂ بنو ہاشم کے سوشل بائیکاٹ کا پلان بنایا اور نبوت کے ساتویں سال یہ معاہدہ لکھ کر دیوار کعبہ پر آویزاں کردیا گیا:

(۱) بنو ہاشم میں کوئی رشتہ نہ کرے۔ (۲) ان سے خرید وفروخت نہ ہو۔ (۳) ان سے میل جول، سلام کلام بند کردیں۔ (۴) ان کے پاس خورونوش کا سامان نہ جانے دیا جائے۔

ابوطالب مجبور ہوکر اپنے پورے خاندان کے ساتھ اس گھاٹی میں پناہ گزین ہوگئے جو بعد میں شعب ابی طالب کے نام سے شہرت پاگئی، ابولہب کے سوا سب اہل خاندان نے ساتھ دیا، چاہے مسلم ہوں یا غیر۔ تین سال تک یہ سماجی مقاطعہ جاری رہا،

یہ زمانہ ایسا سخت صبر آزما تھا کہ اللہ کی پناہ! بنو ہاشم درخت کے پتے اور سوکھے چمڑے پکا کر کھانے پر مجبور ہوئے۔ بچے بھوک سے تڑپتے لیکن ظالموں کا دل نہ پسیجتا۔ حج کے زمانے میں بھی کوئی رعایت نہ ہوئی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے خاندان کے ہمراہ پوری پامردی کے ساتھ ان ہوش رُبا مصائب کا سامنا کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے غیب سے نجات کا سامان فرما دیا۔ کیڑوں نے اس معاہدہ نامے کو چاٹ لیا اور ان مظالم اور افراد بنو ہاشم کی زار زار حالت کو دیکھ کر قریش کے کچھ افراد کا دل بھر آیا جن میں ہشام عامری، زُہیر، مُطعم، ابو البختری، زمعہ کے نام ممتاز ہیں۔ انہوں نے قریش کو غیرت دلائی، ابوجہل آڑے آیا لیکن قریش مجموعی طور پر اس ظالمانہ بائیکاٹ کے خاتمے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ ادھر ابو طالب نے حضور کی یہ غیبی اطلاع قریش کے گوش گزار کر دی کہ اس معاہدہ نامے کو کیڑوں نے چاٹ لیا ہے، صرف وہ جگہ باقی ہے جہاں اسم الٰہی تحریر ہے۔ قریش نے جا کر دیکھا تو اطلاع رسالت ہو بہو سچ نکلی۔ فوراً اسے چاک کیا اور بنو ہاشم کے سارے افراد کو اس ستم ناک گھاٹی سے نکال لائے۔

نبوت کے دسویں سال اس قیامت خیز آزمائش سے نجات ملی ہی تھی کہ دوسری قیامتیں ٹوٹ پڑیں۔ سال کے اخیر میں ابو طالب کی وفات ہو گئی اور شفقت و حمایت کا جو ظاہری سائبان تھا، وہ بھی جاتا رہا، رفیقۂ حیات ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی داغ مفارقت دے گئیں، یہ دو ایسی ہستیاں تھیں جنہوں نے ہر قدم پر حضور کی حمایت کی اور ہر موڑ پر ساتھ دیا، اس سلسلے میں مخالفت اور اذیت کے بڑے سے بڑے طوفان کو خاطر میں نہ لائے، ان کی رحلت نے قلب اقدس پر کیسا اثر ڈالا، اس کا اندازہ اسی بات سے کیجئے کہ اس پیکر تسلیم و رضا اور سراپا صبر و استقلال نے اس سال کا نام "عام الحزن" یعنی غموں کا سال رکھ دیا۔

کفار مکہ کی شرارتوں کی وجہ سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں رکاوٹ دیکھ کر اس ہادی عالم نے طائف کی زرخیز اور شاداب سرزمین کا رخ کیا تا کہ یہاں کے باثروت، خوش عیش اور نسبتاً تہذیب یافتہ طبقے کو اسلام کی شاہراہ سعادت پر گامزن کر دیں، حضرت زید بن حارثہ بھی ہم رکاب رسالت مآب تھے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ طائف کے رئیسوں میں بنو عُمیر کا خاندان بہت معزز تھا اور سارے قبائل کا سردار، یہ تین بھائی تھے: عبد یالیل، مسعود، حبیب۔ حضور نے ان تینوں کو اسلام کی دعوت دی لیکن تینوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور بہت بدتمیزی سے پیش آئے۔ پھر لُچوں، لفنگوں کا گروہ حضور کے درپے کر دیا، ان بدبختوں نے حضور پر پتھروں کی بارش کر دی جس سے آپ لہو لہان ہو گئے، موزے اور نعلین مبارک خون سے لت پت تھے، جب آپ زخموں سے چور ہو کر بیٹھ گئے تو یہ وحشی آپ کو نہایت بے دردی کے ساتھ بازو پکڑ کر اٹھاتے۔ جب آپ اٹھ کر چلنے لگتے تو پھر آپ پر پتھروں کی بارش کرنے لگتے۔ گالیاں، تالیاں، پھبتیاں اُن پر مستزاد، حضرت زید بن حارثہ اس ستم ناک حالت میں جسم اقدس کا پروانہ وار طواف کر رہے تھے۔ کبھی دائیں ہو جاتے، کبھی بائیں، کبھی آگے اور کبھی پیچھے تا کہ پیارے آقا کے جسم اقدس پر پھینکا جانے والا ہر پتھر اپنے اوپر روک سکیں، اس کوشش میں وہ بھی خون میں شرابور اور زخموں سے چور چور ہو گئے، بالآخر عتبہ بن ربیعہ کے باغ میں حضور نے پناہ لی۔ یہ حالت زار دیکھ کر عتبہ اور شیبہ کو رحم آ گیا اور انگور کا ایک خوشہ حضور کی خدمت میں اپنے نصرانی غلام عداس کے ہاتھوں بھیجا۔ حضور نے بسم اللہ پڑھ کر اسے تناول فرمایا تو اس طرز طعام پر عداس نے حیرت کا اظہار کیا، حضور نے دریافت کیا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ اس نے کہا: شہر نینویٰ کا۔ یہ سن کر حضور نے ارشاد فرمایا: اوہ! تم میرے بھائی یونس بن متّی کے ہم وطن ہو، وہ بھی میری طرح اللہ کے رسول تھے۔ عداس نے یہ سن کر فوراً قدم بوسی کی سعادت حاصل کی اور مشرف بہ اسلام ہو گئے، اسی سفر میں جب آپ ﷺ مقام نخلہ میں تہجد کی نماز ادا فرما رہے تھے تو قرآن حکیم کی تلاوت سن کر نصیبین کے جنوں کی ایک جماعت مشرف بہ اسلام ہوئی، نخلہ میں چند دن قیام کے بعد حرا میں قیام فرما ہوئے اور

مُطعم بن عدی کے بیٹوں کی مسلح ہم رکابی میں طواف کعبہ کیا اور پھر دولت کدے پر تشریف لے آئے۔ [زرقانی،۱/ ۳۰۰-۳۰۶]

طائف کا یہ سفر حضور کی مبارک زندگی میں سب سے زیادہ اذیت ناک، صبر آزما اور سخت تھا۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ حضور سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! کیا جنگ اُحد سے بھی زیادہ آزمائش اور سختی کا کوئی دن آپ نے دیکھا ہے؟ ارشاد فرمایا: ہاں! اے عائشہ! طائف کا وہ دن میرے لئے جنگ اُحد سے بھی زیادہ صبر آزما اور سخت تھا جس دن میں نے طائف کے سردار عبد یالیل کو دعوت اسلام دی، اس نے حقارت کے ساتھ دعوت اسلام ٹھکرا دی اور پھر اہل طائف مجھ پر سنگ باری کرنے لگے۔ میں حد درجہ کبیدہ خاطر ہو کر چلتا رہا، یہاں تک کہ مقام قرن الثعالب میں میرے حواس درست ہوئے۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو بادل کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ فگن تھا۔ جبرئیل امین حاضر تھے اور عرض کر رہے تھے: یا رسول اللہ! رب تبارک وتعالیٰ کے حکم سے پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہے۔ آپ اگر اجازت دیں تو جبل ابوقبیس اور جبل قیقعان کو ان خبیثوں پر الٹ دوں یا ان دونوں پہاڑوں کے درمیان انھیں پیس دوں؟ میں نے جواب دیا کہ نہیں۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں سے اہل ایمان پیدا فرمائے گا جو صرف ایک خدا کی پرستش کریں گے۔ [صحیح البخاری،۱/ ۴۵۸]

مظالم اور ستم رانیوں کے یہ جانگاہ سلسلے بھی اشاعت اسلام کے تسلسل کو نہ روک سکے تو کفاران عرب نے بانی اسلام حضور خاتم النبیین سید المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سراپا سعادت وجود کو ہی ختم کر دینا چاہا، سارے قبائل کے نمائندہ افراد قاتلین کی صف میں شامل ہو گئے تاکہ کسی ایک قبیلے پر قتل کا الزام نہ آئے، اللہ رب العزت نے حضرت جبرئیل امین کے ذریعہ حضور کو اس سازش کی اطلاع دے دی اور ہجرت کا حکم بھی فرمایا، اب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مبارک اور محبوب سرزمین کو بھی الوداع کہہ دیا جو آپ کا محبوب وطن تھی اور جہاں آپ کی مبارک زندگی کے بیشتر لمحات گزرے۔

ہجرت مدینہ کا پس منظر یہ ہے کہ مدنی قبیلے اوس اور خزرج میں یہودیوں اور راہبوں کی اس اطلاع کی گونج تھی کہ آخری نبی بہت جلد تشریف لانے والے ہیں، اس لئے وہ بھی اوروں کی طرح حضور کی آمد کے منتظر تھے۔ ۱۱ سال نبوت کے موسم حج میں حضور حسب معمول منیٰ کی گھاٹی میں تشریف لے گئے اور اقوام عالم کو اسلام کا پیغام سنایا اور قرآن حکیم کی آیات مبارکہ تلاوت فرمائیں، مدنی قبیلے خزرج کے چھ افراد بھی حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور مدینہ طیبہ میں جا کر خاموشی کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کرنے لگے، بارہویں سال نبوت میں بارہ مدنی اشخاص نے اسی جگہ اسلام قبول کیا اور حضور کے دست مبارک پر بیعت کی۔ ان کے ہمراہ حضور نے حضرت مُصعب بن عُمیر کو مبلغ اسلام بنا کر مدینہ طیبہ بھیجا جن کی مساعی جمیلہ سے مدینہ طیبہ کے گھر گھر میں اسلام پھیل گیا۔ اس بیعت کو بیعت عقبہ اُولیٰ کہتے ہیں۔ اعلان نبوت کے تیرہویں سال بھی موسم حج میں منیٰ کی اسی وادی میں تقریباً ۷۲؍ مدنی افراد نے حضور کے دست اقدس پر بیعت اسلام کا شرف حاصل کیا۔ اسے بیعت عقبہ ثانیہ کہتے ہیں۔ کفار مکہ نے لوگوں کو اس تیزی کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہوتے دیکھا تو غیظ وغضب سے بھر گئے اور پھر سرداران مکہ کی ہنگامی میٹنگ ہوئی جس میں متفقہ رائے سے حضور کے اجتماعی قتل کا فیصلہ ہوا۔

مدینہ طیبہ میں اسلام کئی سال سے فروغ پا رہا تھا۔ یہاں کا ماحول سازگار دیکھ کر حضور نے اپنے جاں نثاروں کو وہاں ہجرت کی اجازت مرحمت فرما دی، چند معذروں اور دوسروں کے پابند صحابۂ کرام رہ گئے تھے، حضور حکم الٰہی کے منتظر تھے، کفار نے جس شب قتل کا پلان بنایا تھا، اسی شب بہ حکم الٰہی حضور نے حضرت علی کو اپنی خواب گاہ میں ٹھہرایا اور سورۂ یٰسین کی آیات مبارکہ تلاوت کر کے ایک مشت مٹی پر دم فرمایا پھر اسے کفار کے سروں کی جانب اُچھالتے ہوئے نہایت اطمینان اور سلامتی کے ساتھ ان کے درمیان سے نکل کر مقام حزورہ پر پہنچے، ایک حسرت بھری نگاہ کعبۂ معظمہ پر ڈالی اور فرمایا: اے شہر مکہ! تو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے، اگر میری قوم مجھے یہاں سے نکلنے پر مجبور

نہ کرتی تو تیرے سوا میں کہیں اور سکونت پذیر نہ ہوتا، پھر ۲۷ر صفر جمعرات کی شب حضرت صدیق اکبر کے ہمراہ غار ثور کی سمت روانہ ہو گئے۔ تین دن غار ثور کو حضور کی میزبانی کا شرف حاصل رہا، حضرت صدیق اکبر کے شاہزادے حضرت عبداللہ شام کو اہل مکہ کے حالات اور عزائم سے باخبر کرتے، صدیقی غلام حضرت عامر بن فُہیرہ ابتدائے شب کے جھٹ پٹے میں بکریوں کا ریوڑ سمیٹ لاتے اور دودھ دوہ جاتے، یکم ربیع الاول دوشنبہ کو اریقط نصرانی کی رہنمائی میں غیر معروف اور دشوار گزار راستے سے حضور مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئے لیکن کفار کی ریشہ دوانیاں اب بھی در پے تھیں، حضور کی گرفتاری پر سو عدد سرخ اونٹ کا انعام مقرر تھا جس کی لالچ میں آ کر حضرت سُراقہ تعاقب میں نکلے اور حضور تک پہنچ گئے لیکن جلال نبوت سے لبریز حکم سن کر زمین نے سراقہ کا گھوڑا اپنی گرفت میں لے لیا۔ یہ شاندار اور پُر جلال معجزہ دیکھ کر سراقہ لرز گئے اور معافی چاہی، سراپا رحمت نبی نے نہ صرف بخشش دے دی بلکہ کسریٰ کا شاہی کنگن انہیں دستیاب ہونے کی بشارت بھی سنائی، حضور کا قافلۂ رحمت وسعادت ۱۲ر ربیع الاول کو مدینہ منورہ سے تین میل دور وادی قُبا میں حضرت کلثوم بن ہدم کے مکان پر فروکش ہوا، ۱۴ر یا ۲۴ر دن یہ سرزمین حضور کے مقدس قدموں سے سرفراز رہی جہاں دنیائے اسلام کی سب سے پہلی مسجد حضور کے دست مبارک سے تعمیر ہوئی، پھر اہل مدینہ نے حضور کا جیسا شاندار استقبال کیا ہے، وہ بے نظیر ہے، ہتھیار بند، دو رویہ صف لگا کر، سر خمیدہ، جوش جذبات سے بھرے ہوئے، چہرے خوشی سے تمتمار ہے تھے اور زبانیں نعرہ ہائے تکبیر و رسالت کی صدائیں بلند کر رہی تھیں، ہر شخص زیارت کو باہر نکل آیا تھا، خواتین چھتوں پر مسرتوں کے آنسو حضور کے قدمان مبارک پر نچھاور کر رہی تھیں، کمسن بچیاں نعت رسول کے استقبالیہ ترانے گا رہی تھیں، اپنے جاں نثاروں کے جلوس میں اللہ کا یہ مقدس اور آخری رسول خمیدہ سر، رب کریم کی تسبیح بیان کرتا ہوا اونٹنی پر محو سفر تھا۔ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کاشانہ، آفتاب نبوت کی فرودگاہ بنا اور یوں اس معصوم اور دستگیر رسول پر ہونے والے مظالم کا ایک باب بند ہو گیا اور سکون وچین کے چند لمحات میسر آئے۔

ایک معصوم کی مظلوم سی ہجرت دیکھی
قوت عشق سے پھر فاتح مکہ دیکھا

حضور کے مدینہ طیبہ تشریف لاتے ہی منظر نامہ تبدیل ہو گیا، اذیتوں سے بہت حد تک نجات ملی۔ ہجرت کے پہلے سال مسجد نبوی کی تعمیر، اہل وعیال خصوصاً حضرت عائشہ کی رفاقت، مہاجرین وانصار کی مواخات اور حضرات انصار کا مہاجر صحابہ کرام کے لئے مثالی ایثار، نماز کی تکمیل، اذان کی ابتدا جیسے واقعات نے ماحول بہت خوشگوار بنا دیا اور حضور کے حوصلے کو زبردست قوت ملی لیکن اس سراپا بہار محسن انسانیت کی فیض رساں شادابی اور وسعت، کفار ومنافقین کو ایک آنکھ نہ بھائی اور ہجرت کے دوسرے سال مدینہ طیبہ پر حملے کی تیاریاں شروع ہو گئیں، ۲ھ میں بیت المقدس کی جگہ خانۂ کعبہ کو دوبارہ قبلہ بنا دیا گیا جس سے یہودی سخت چڑ گئے، کفار مکہ، منافقین مدینہ اور یہود کی مشترکہ طاقت نے اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کا منظم اور مضبوط پلان بنایا اور براہ راست تصادم کے لئے آمادہ ہو گئے اللہ رب العزت نے بھی اپنے محبوب اور مقدس رسول کو اب ظلم سے ٹکرانے کی اجازت مرحمت فرما دی اور یوں غزوات وسرایا کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا اور رسول محتشم پھر مصائب وآلام اور پیہم آزمائشوں میں گھر گئے، غزوات ۲۷+ سرایا ۵۶ = ۸۳ر میں بیشتر دو بدو جنگ کے بغیر ختم ہو گئے اور ہر غزوہ یا سریہ میں شرارت کی ابتدا کفار ومنافقین کی جانب سے ہوئی، پہلا غزوہ ابوا ہے اور آخری تبوک اور پہلا سریہ، سریہ حمزہ ہے اور آخری جیش اسامہ، ان غزوات میں بدر، احد، خندق، حُنین حضور کے لئے بہت صبر آزما رہے۔ یوں تو ہر جاں نثار کی شہادت پر حضور کا قلب اطہر نڈھال ہو جاتا لیکن ان معرکوں میں جیسی غیر متوقع صورت حال سے دوچار ہونا پڑا، اس کا صحیح اندازہ ان کی تفصیلات کے مطالعے سے ہوتا ہے۔

جنگ بدر تاریخ اسلام کا شاندار فاتحانہ معرکہ ہے، اس میں ۳۱۳ر بے سروسامان مسلمانوں نے ایک ہزار کفار کے مسلح لشکر

کو ایسی ذلت آمیز شکست دی ہے کہ تاریخ اس کی نظیر لانے سے قاصر ہے۔ کفار عرب کے بڑے بڑے سرغنہ بہت بے بسی کے ساتھ مارے گئے۔ اس جنگ کا پس منظر یہ ہے کہ رجب ۲ھ کے سریہ عبد اللہ بن جحش میں مقام نخلہ پر ایک صاحب اقتدار کافر عمرو بن حضرمی، حضرت واقد تمیمی کے تیر سے مارا گیا، اس قتل سے مکہ کے کافروں میں غیظ وغضب کا آتش فشاں پھوٹ پڑا اور زبردست جنگی تیاریوں کے ساتھ ایک دن کفار مکہ کا لشکر پورے غرور کے ساتھ بدر کے میدان کی سمت روانہ ہو گیا جو مکہ معظمہ سے اسی میل کے فاصلے پر ہے۔

۱۲ ررمضان المبارک ۲ھ کو حضور بھی اپنے جاں نثاروں کے ساتھ بدر تشریف لے گئے، میدان بدر کے معائینہ کے دوران ارشاد فرماتے جاتے اور لکیر کھینچتے جاتے کہ یہاں فلاں کافر مارا جائے گا اور اس جگہ فلاں کی لاش گرے گی، رسول غیب داں کی یہ اطلاع ۱۷ ررمضان المبارک ۲ھ کی صبح حرف بہ حرف سچی ثابت ہوئی۔ ۱۷ ررمضان المبارک جمعہ مبارکہ کی پوری شب حضور اپنے خالق ومعبود کی بارگاہ میں مصروف مناجات رہے۔ فجر کی نماز کے بعد ولولہ انگیز خطاب فرمایا جس میں جہاد کی فضیلت اور شوق شہادت کی ترغیب تھی، پھر صفیں درست فرمائیں اور صحابۂ کرام کی درخواست پر اس عریش میں تشریف لے گئے جو آپ کے لئے تیار کی گئی تھی، وہاں حضرت صدیق اکبر اور حضرت سعد بن معاذ چند انصاری احباب کے ساتھ عریش کی حفاظت پر مامور تھے، معرکہ انفرادی مقابلے سے شروع ہوا پھر دست بدست جنگ چھڑ گئی۔ کفار قریش کے سربرآوردہ افراد عتبہ، شیبہ، ابوجہل، ابوالبختری، زمعہ، عاص بن ہشام، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط، نضر بن حارث وغیرہ سب کے سب مارے گئے، ستر افراد قتل ہوئے اور ستر گرفتار، فدایان مصطفی ﷺ میں چودہ حضرات نے جام شہادت نوش کیا، ۱۳ روہیں دفن ہیں، حضرت عبیدہ بن حارث نے واپسی میں صفراء کے مقام پر وفات پائی اور وہیں مدفون ہیں۔ بدر کے مجاہدین کو اللہ تعالی نے جیتے جی جنت کی بشارت دی۔ خلفائے راشدین کے بعد یہ حضرات امت میں سب سے افضل ہیں، اس معرکہ جسم وجاں میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے جذباتی اضطرار کا عجیب عالم تھا، عریش میں چشمان مبارک سے آنسو جاری تھے اور دست مبارک دعا کے لئے دراز:

”میرے اللہ! تو نے جس فتح اور غلبہ کی مجھے بشارت دی ہے، اسے آج پورا فرمادے۔“

اشکوں کی بارش تھم تھم کے نہیں، مسلسل ہو رہی تھی، اشکوں کی روانی میں بے خودی اور اضطراب کا یہ عالم تھا کہ مبارک دوشالہ دوش اقدس سے سرک سرک جاتا۔ کبھی بے قراری میں سجدہ ریز ہو جاتے اور قاضی الحاجات کی بارگاہ میں ناز محبوبی کے ساتھ عرض کرتے:

”الٰہی! اگر تیرے یہ چند نام لیوا فنا ہو گئے تو پھر روئے زمین پر قیامت تک تیری عبادت نہ ہوگی۔“

حضرت صدیق اکبر پاس موجود تھے، حضور کی بے قراری کا دل دوز منظر دیکھ کر ان پر رقت طاری ہو گئی، دوشالہ اٹھا کر حضور کے شانوں پر ڈالا اور جذبات سے بھرائی ہوئی آواز میں عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ! اللہ تعالی اپنا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا، اطمینان رکھیں“ یار غار کی تسلی سے حضور قدرے پرسکون ہوئے اور پھر اس آیت کریمہ کے ورد میں مصروف ہو گئے:

”سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ کفار عنقریب شکست خوردہ ہوں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔“ [القمر:۴۵]

دعائے رسول کی برکت سے نصرت خداوندی آسمان سے مجسم ہو کر اتر پڑی، اس جنگ میں پانچ ہزار فرشتوں نے اپنے رب کے حکم سے حصہ لیا، پہلے ایک ہزار آئے، پھر تین ہزار، پھر یہ تعداد پانچ ہزار تک پہنچ گئی، بالآخر مسلمانوں کو فتح مبین نصیب ہوئی اور مصطفی جان رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے مبارک دل سے صدمات غم دور ہو گئے۔

باطل کی یہ سرکش فطرت ہے کہ وہ حق کی فتح کو اپنی توہین خیال کرتا ہے اور بجائے اصلاح، صلاح اور اتباع حق کے جنگ وجدال اور انتقام کا راستہ اپناتا ہے، بدر کے میدان میں

جیسی ذلت آمیز شکست ہوئی، اس سے کفار مکہ کی آنکھیں کھل جانی چاہئے تھیں اور یہ یقین کر لینا چاہئے تھا کہ خالق کائنات کی تائید اور نصرت، فدا کاران مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ہے لیکن انہوں نے اپنی روایت کے مطابق انتقام کا راستہ اپنایا جس کے نتیجے میں اُحد کا خونی معرکہ برپا ہوا۔

مشرکین عرب کا تازہ دم، تجربہ کار اور جنگی ساز و سامان سے لیس تین ہزار سپاہیوں کا لشکر ۱۲؍شوال ۳ھ کو اُحد پہاڑ کے دامن میں فروکش ہو چکا تھا، حضرت عباس کی اطلاع پر حضور بھی ۱۴؍شوال جمعہ کو ایک ہزار مجاہدین کا لشکر لے کر نکلے جن میں سے تین سو منافقین راستے سے ہی واپس آ گئے، ۱۵؍شوال کی صبح فجر کے وقت لشکر اسلام اُحد کے میدان میں پہنچا، نماز کے بعد حضور نے جنگی صف بندی فرمائی۔ اُحد پہاڑ کو پشت پر رکھا اور کوہ عینین کو بائیں۔ جبل اُحد کی سمت ایک تنگ راستہ تھا جس سے دشمن حملہ آور ہو سکتا تھا، اس کی حفاظت اور نگرانی کے لئے پچاس تیر انداز حضرت عبد اللہ بن جبیر کی قیادت میں متعین فرمائے اور تاکید فرما دی کہ جنگ کا نقشہ چاہے کچھ بھی ہو، تمہیں یہاں سے ہٹنا نہیں ہے جب تک کہ میرا حکم نہ آ جائے۔ ایک دو انفرادی مقابلے کے بعد شدت کی جنگ شروع ہو گئی، بازوؤں کی طاقت خوب داد حاصل کر رہی تھی، تلواروں کی چکا چوند، تیروں کی سنسناہٹ، نیزوں کی تاخت اور آواز کی گھن گرج نے میدان کا رزار کو آتش فشاں بنا دیا تھا، سید الشہداء حضرت امیر حمزہ اور شیر خدا حضرت علی خوب دادِ شجاعت دے رہے تھے، حضرت حمزہ دونوں ہاتھ سے شیرانہ تلواریں چلاتے جاتے اور کشتوں کے پشتے لگتے جاتے تھے۔

ان کے آگے وہ حمزہ کی جاں بازیاں
شیر غرّانِ سطوت پہ لاکھوں سلام

نعرہ ہائے دلیراں سے بن گونجتے
غُرّش کوسِ جراءت پہ لاکھوں سلام

شیران اسلام کے دلیرانہ حملوں سے کفار عرب دہل گئے، ان کے سارے علم بردار ایک ایک کر کے کٹ گئے، بالآخر ان کے قدم اکھڑ گئے اور بدحواسی کے عالم میں ادھر ادھر بھاگنے لگے، یہ منظر دیکھ کر پہاڑی دَرّے پر متعین تیر انداز حکم رسول سے غافل ہو کر کہنے لگے: چلو مال غنیمت لوٹیں، ہماری فتح ہو گئی، حضرت عبد اللہ بن جبیر نے لاکھ روکا لیکن سوائے چند کے کوئی نہ رکا، لشکر کفار کے افسر خالد بن ولید نے جو اسلام لانے کے بعد سیف اللہ خالد ہو گئے، موقع تاکا اور اسی دَرّے سے لشکر اسلام پر دوبارہ حملہ کر دیا، حضرت عبد اللہ بن جبیر نے چند جاں بازوں کے ساتھ جم کر مقابلہ کیا لیکن سیکڑوں کے سامنے چند نفر کب تک ٹکتے، بالآخر سب شہید ہو گئے اور لشکر کفار نے پشت سے لشکر اسلام پر یلغار کر دی، یہ منظر دیکھ کر مشرکین کی بھاگتی فوج بھی پلٹ پڑی اور پھر پوری قوت کے ساتھ مصطفیٰ جان رحمت کے جاں نثاروں پر حملہ کر دیا، اب اسلامی فوج دونوں جانب کے حملوں سے بیک وقت نبرد آزما تھی اور سخت مخمصے کا شکار، لشکر اسلام میں ایسی سراسیمگی پھیلی کہ اپنے اور بیگانے کی تمیز نہ رہی، کئی مسلمان خود مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے، حضرت حذیفہ بن یمان کے والد خود مسلم لشکر کے ہاتھوں شہید ہوئے، حضرت حذیفہ چلاتے رہے کہ ارے! یہ میرے والد ہیں، مسلمان ہیں، لیکن دونوں لشکر اس قدر گتھم گتھا ہو گئے تھے کہ تلواریں اپنے اور بیگانے کی تمیز سے تقریباً بے نیاز ہو چلی تھیں، اس معرکہ جسم و جاں کی شدت میں ابن قمیہ ملعون نے لشکر اسلام کے علم بردار حضرت مُصعب بن عُمیر کے دائیں شانے پر حملہ کیا، آپ کا دایاں بازو کٹ گیا، آپ نے پرچم اسلام دوسرے ہاتھ میں لے لیا، ظالم نے دوسرا بازو بھی جدا کر دیا، آپ نے پرچم کو سینے سے لپٹا لیا، بالآخر اس نے حضرت مُصعب کو تیر سے شہید کر دیا۔

حضرت مُصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صورت میں مشابہہ تھے آپ کے شہید ہوتے ہی کافروں نے شور مچا دیا کہ حضور شہید ہو گئے، یہ افواہ حضرات صحابہ پر بجلی بن کر گری جس نے سنا، سُن ہو کر رہ گیا، سراسیمگی نے تو پہلے ہی قبضہ جما رکھا تھا، اب قنوطیت بھی مسلط ہو گئی، بعض نے تو بالکل حوصلہ چھوڑ دیا اور مدینہ کی سمت رخ کر لیا، کچھ لوگوں

نے ہتھیار پھینک دیئے کہ اب لڑ کر کیا ہوگا، جب حضور ہی نہ رہے تو کس کے لئے جنگ کی جائے لیکن کچھ حضرات اب بھی ڈٹے ہوئے تھے۔ شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ سیف ذوالفقار سے دشمنوں کی صفیں الٹتے جارہے تھے اور جمال نبوت دیکھنے اور اصل صورت حال جاننے کے لئے حد درجہ بے قرار تھے، حضرت انس بن النضر نے چند مایوس ساتھیوں کو جوش دلایا کہ چلو ہم بھی شہید ہو کر حضور کی خدمت میں پہنچ جائیں، پھر نہایت جاں بازی کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہوگئے، آپ کے جسم پر اسّی سے زیادہ زخم تھے بارہ صحابۂ کرام آفتاب رسالت کے گرد حلقہ بنا کر نہایت پامردی کے ساتھ مقابلہ کررہے تھے۔

سب سے پہلے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کو صحیح سلامت دیکھا اور بلند آواز سے لشکر اسلام کو اطلاع دی کہ حضور بفضلہ تعالیٰ حیات ہیں اور اس جگہ ہیں، اس آواز کو سنتے ہی مردہ دلوں میں جان پڑ گئی، صحابۂ کرام بہت تیزی کے ساتھ حضور کی جانب سمٹنے لگے لیکن لشکر کفار کا ہجوم بھی اس طرف زیادہ ہونے لگا، اب وہ معرکہ کارزار گرم ہوا کہ شجاعت بھی جاں بازوں کے منھ تک رہی تھی، ابن قمیہ ملعون نے ہجوم میں حضور کو دیکھا اور صفوں کو چیرتا ہوا بہت تیزی کے ساتھ آپ کی جانب بڑھنے لگا، قریب پہنچ کر پوری طاقت سے حضور کے رخ انور پر تلوار ماری، حضور خود پہنے ہوئے تھے لیکن تلوار کی ضرب سے خود کی دو کڑیاں مبارک چہرے میں پیوست ہوگئیں۔ ◄..... جاری .....►

ص ۱۴ر کا بقیہ

ہیں موجود ہیں۔

(۷) یہ سن ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۹۰۰ء کا واقعہ ہے۔ اس موقع پر امام احمد رضا معروف محقق قاضی عبد الودود کے والد حضرت قاضی عبد الوحید فردوسی علیہ الرحمہ کی منعقدہ سات روزہ کانفرنس میں پٹنہ تشریف لائے ہوئے تھے۔

(۸) تذکرہ جمیل ر مولانا ابراہیم خوشتر انگلینڈ، اسی موقع پر حضرت حجۃ الاسلام سیتامڑھی کے مشہور گاؤں "پوکھریرا" تشریف لے گئے اور یہیں سے ہماری بستی "رضا باغ گنگٹی" بھی میرے والد عبد الغفور خاں حامدی اور ان کے برادران عبد الشکور خاں وغیرہ کی دعوت پر تشریف لائے اور تقریباً سات روز قیام فرمایا۔

(۹) محدث بریلوی اور علما مکہ ص ۲۵۱

(۱۰) محدث بریلوی اور علما مکہ ص

(۱۱) محدث بریلوی اور علما مکہ ص

(۱۲) معارف رضا، ہفتم (شمارہ ۱۹۹۷)

(۱۳) بروایت امین شریعت مفتی عبد الواجد قادری مدظلہ۔

(۱۴) تذکرہ جمیل (۱۵) تذکرہ جمیل

(۱۶) فتاویٰ حامدیہ

(۱۷) ابو الکلام کی تاریخی شکست

(۱۸) الدولۃ المکیہ (۱۹) کفل الفقیہ الفاہم

(۲۰) تجلیات حجۃ الاسلام ر ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی

(۲۱) تاریخ مشائخ قادریہ

(۲۲) فتاویٰ حامدیہ ر ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی، ص ۵۸

(۲۳) فتاویٰ حامدیہ ر ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی، ص ۵۹ ■■■



حجۃ الاسلام اور عربی زبان و ادب

از: ڈاکٹر محمد امجد رضا امجدؔ*

حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان اپنے عہد کے جید عالم دین، مرجع الانام فقیہ، سادہ اور مرصع دونوں نثر کے ماہر اور قادر الکلام شاعر تھے، آپ ہندوستان کے مشہور علمی ادبی اور روحانی خانوادے "خانوادہ رضا" میں سن ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے اور سن ۱۹۴۳ء میں انتقال فرما گئے، ان ۶۸ سالہ زندگی میں انہوں نے مذہب وملت اور علم وادب کی جو نمایاں خدمات انجام دیں وہ تاریخ کے صفحات کا روشن حصہ ہیں۔

آپ کی تعلیم والد گرامی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ ہی کے زیر سایہ ہوئی، تمام درسیات معقول منقول تفسیر، حدیث، فقہ، واصول بلکہ جملہ علوم وفنون آپ نے والد گرامی ہی سے حاصل کیا، فراغت کے بعد بھی تعلیمی سلسلہ موقوف نہیں کیا والد ماجد کی خدمت میں رہ کر فقہ ادب تصوف میں انہیں کے رنگ میں رنگتے رہے چنانچہ حجۃ الاسلام کے پہلے سوانح نگار مولانا ابراہیم خوشتر اپنی کتاب "تذکرہ جمیل" میں لکھتے ہیں:

فراغت ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۵ء سے اپنے عم محترم استاذ زمن حضرت حسن بریلوی کے وصال ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء تک اپنے والد نامدار امام احمد رضا کی خدمت وصحبت میں تربیت کے مراحل سے گزرتے رہے۔ اس درمیان آپ نے مضامین بھی لکھے، استفتا کے جوابات بھی دئے اور تصنیف وتالیف کا کام بھی جاری رہا۔ آپ کے نام کے صوری ومعنوی نادر المثال مہر کی تاریخ ۱۳۱۲ھ سے پتہ چلتا ہے کہ امام احمد رضا نے اسی سال آپ کو کار افتا کے لئے تیار کر دیا تھا۔ (۱)

۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں آپ فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے حرمین شریفین تشریف لے گئے وہاں آپ نے مکہ معظمہ میں شیخ العلما محمد سعید بابصیل (۲) اور مدینہ طیبہ میں مولانا سید احمد برزنجی (۳) کے حلقہ درس میں شریک ہوئے۔ عرب کے اکابر علما ومشائخ نے سندیں عطا فرمائیں۔ حضرت مولانا خلیل خربوطی (۴) نے سند فقہ عطا فرمائی، جو حضرت علامہ سید طحطاوی سے انہیں صرف دو واسطوں سے حاصل تھی، وہاں آپ مشائخ حرمین طیبین سے عربی میں مکالمہ فرماتے، مدینہ طیبہ کے جید عالم مولانا عبد القادر طرابلسی شامی سے جو مکالمہ ہوا اس کا ملفوظات میں تذکرہ ملتا ہے۔ (۵)

علم وفن

علامہ حامد رضا میں علم وفن کی جو گیرائی وگہرائی اور تہہ داری تھی وہ الولد سر لابیہ کا آئینہ دار تھی۔ آپ کے والد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ اپنے عہد کے ممتاز فقیہ، عبقری عالم دین، بلند پایہ محدث ومفسر، کثیر التصانیف مصنف اور صوفی صافی بزرگ تھے، جن کے علم کا شہرہ ہند سے بیرون ہند افریقہ وعرب تک پہنچا (۶) اور علمائے عرب وعجم نے جنہیں بڑے بڑے القابات کے ساتھ خراج تحسین پیش کیا، اعلیٰ حضرت نے اس عہد میں جب کہ علوم وفنون کی تقسیم در تقسیم نہیں ہوئی تھی ۵۵ علوم وفنون پر ہزار سے متجاوز کتابیں تصنیف فرمائیں۔ (۷)

آج کی تحقیق کے مطابق ان کے علوم وفنون کی تعداد ۱۰۰ر سے متجاوز ہے اور خاص عربی زبان میں آپ کی تصانیف کی تعداد ۲۵۰ر کے قریب ہے جو کئی فنون کو محیط ہے۔ (۸) کتابوں کا نام بھی عربی زبان میں ہے اور اتنا سلیس ومرصع ہے کہ اس سے جہاں موضوع کتاب کی وضاحت ہوتی ہے وہیں مصنف کی عربی ادب پہ مہارت تامہ کا اذعان بھی ہوتا ہے، حضرت حجۃ الاسلام کے اندر بھی والد ہی کی خصوصیات منعکس ہوئیں، آپ کی ان صلاحیتوں کا اندازہ آپ کے والد گرامی سے زیادہ کس کو ہوگا اسی لئے مختلف

*مضمون نگار مرکزی دار القضا ادارہ شرعیہ بہار کے نائب قاضی اور الرضا پٹنہ کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

مواقع پر آپ نے اس کا تذکرہ فرمایا، مثلاً سرکار محدثی مولانا عبد الرحمٰن پوکھر یروی (۱۰) نے اپنے یہاں کے لئے امام احمد رضا کو مدعو کیا، آپ کثرت کار کے سبب پوکھر یرا نہیں جاسکے مگر اپنا قائم مقام بنا کر حجۃ الاسلام کو بھیجا اور ایک گرامی نامہ تحریر فرما کر روانہ کیا جس میں تحریر فرمایا:

''اگر چہ میں اپنی مصروفیت کی بنا پر حاضری سے معذور رہوں مگر حامد رضا کو بھیج رہا ہوں یہ میرے قائم مقام ہیں ان کو حامد رضا نہیں احمد رضا ہی کہا جائے۔'' (۱۲)

چنانچہ اس خط کے ساتھ آپ اعلیٰ حضرت کی نیابت کرتے ہوئے پوکھریرا تشریف لے گئے اور علاقہ کے مختلف گاؤں کے لوگ آپ کی شخصیت اور علم ومعرفت سے شرف یاب ہونے کا موقع ملا، اسی موقع سے (غالباً شعبان ۱۳۱۸ھ میں) راقم الحروف کے والدگماشتہ عبدالغفور خاں کی دعوت پہ آپ میرے گاؤں ''رضا باغ گنگٹی'' بھی تشریف لے گئے اور تقریباً ہفتہ روز قیام فرمایا جہاں خلق خدا آپ سے خوب خوب فیضیاب ہوئی۔ (۱۳)

اسی طرح اپنے وصال کے وقت اپنی جانشینی کے لئے جب حضرت حجۃ الاسلام کو منتخب فرمایا تو یہ جملے ارشاد فرمائے ''ان کی بیعت میری بیعت ہے، ان کا ہاتھ میرا ہاتھ، ان کا مرید میرا مرید، ان سے بیعت کرو'' امام اہل سنت کی زبان سے نکلے ہوئے یہ جملے حجۃ الاسلام کی عظمت شان کے لئے کافی ہیں، اسی لئے علامہ حسنین رضا خان بریلوی نے فرمایا کہ ''اعلیٰ حضرت کے بعد اگر واقعی کوئی عالم اور ادیب تھا تو وہ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان تھے۔ (۱۴)

اس تذکرہ کا مقصد دراصل حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا کی قابلیت ولیاقت کا اظہار تھا یہی وجہ ہے اکابر علما مشائخ نے انہیں اعلیٰ حضرت کا صحیح علمی جانشیں کہا اور جو اس بلند پایہ عالم کا صحیح علمی جانشیں ہو زبان وادب پہ اس کی مہارت کا کیا کہنا۔ حجۃ الاسلام کی تصانیف ان کی اس صلاحیت کی شاہد ہیں جس میں استدلال، اسلوب تحقیق تنقید، ترجمہ تمام طرح کی خوبیاں سمٹی ہوئی ہیں، تصانیف کی مجموعی تعداد کا اندازہ تو نہیں لگایا جاسکا تاہم معروف تصانیف کو دیکھ کی ان کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے: ان کی معروف تصانیف یہ ہیں:

(۱) الصارم الربانی علی اسراف القادیانی (۲) سد الفرار (۳) دو آفت بدایوں کی خانہ جنگی (۴) نکس ابا طیل مدرسہ خرما (۵) اجلی انوار رضا (۶) اجتناب العمال (۷) سلامۃ اللہ لاہل السنہ (۸) رمز شیریں چاہ شور (۹) قصد یم شیریں با چاہ شور (۱۰) خطبہ استقبالیہ (۱۱) اذان من اللہ (۱۲) مراسلت سنت وندوہ (۱۳) تیسیر الماعون (۱۴) حبل اللہ المتین (۱۵) تعلیقات فتاویٰ رضویہ (۱۶) کنز المصلی پر حاشیہ (۱۷) مسئلہ اذان کا حق نما فیصلہ (۱۸) تمہید وترتیب الاجازات المتینہ (۱۹) حاشیہ ملا جلال (۲۰) ترجمہ الدولۃ المکیہ (۲۱) ترجمہ حسام الحرمین (۲۲) فتاویٰ حامدیہ (۲۳) فاتحۃ الریاحین لطیب آثار الصالحین (۲۴) دیوان نعت اردو۔

جہاں تک عربی زبان وادب پہ حجۃ الاسلام کی قدرت و خدمت کا تعلق ہے تو یہ واقعہ ہے کہ ان کی عربی نثر نگاری وشاعری اور زبان وبیان پہ عبور ومہارت کی تعریف علمائے عرب نے بھی کی ہے۔ ۱۳۴۲ھ حجۃ الاسلام کے دوسرے حج وزیارت کے موقع پر عرب کے معروف عربی داں حضرت شیخ سید حسن دباغ اور سید محمد مالکی ترکی نے آپ کی عربی دانی اور قابلیت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اس طرح اعتراف کیا:

''ہم نے ہندوستان کے اطراف واکناف میں حجۃ الاسلام جیسا فصیح وبلیغ دوسرا نہیں، دیکھا جسے عربی زبان میں اتنا عبور حاصل ہو'' (۱۵)

اسی سلسلہ میں ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب نے ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے لکھتے ہیں:

''حجۃ الاسلام کو ایک بار دارالعلوم معینیہ اجمیر شریف طلبہ کا امتحان لینے کی دعوت دی گئی، امتحان کے بعد جب واپس ہونے لگے تو مولانا معین الدین صاحب نے دارالعلوم کے معائنہ رجسٹر میں کچھ لکھنے کی فرمائش کی، آپ نے فرمایا کس زبان میں لکھ دوں؟ مولانا معین الدین اس وقت تک حجۃ الاسلام سے مکمل طور پر متعارف نہیں تھے انہوں نے

کہہ دیا عربی میں تحریر کر دیجئے، حجۃ الاسلام نے قلم برداشتہ کئی صفحات کا معائنہ نہایت ہی فصیح و بلیغ عربی میں تحریر کر دیا، اس قلم برداشتہ لکھنے پر مولانا معین کو حیرت ہو رہی تھی کیوں کہ خود ان کو اپنی عربی دانی پہ بڑا ناز تھا، جب معائنہ لکھ کر حجۃ الاسلام تشریف لے آئے تو مولانا معین ان کی واپسی کے بعد اس کا ترجمہ کرنے بیٹھے، حجۃ الاسلام کی عربی دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے اور لغت دیکھ دیکھ کر بدقت تمام اس کا ترجمہ کیا۔" (۱۶)

ان کے سوانح نگار نے ان کی لیاقت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بریلی میں خلافت کمیٹی کے جلسہ میں مولانا ابوالکلام آزاد سے مولانا سید سلیمان اشرف بہاری کا مکالمہ ہوا مولانا آزاد نے اپنے نخوت علم کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ پھر اس موضوع پہ ہم سے مناظرہ کر لیجئے مگر مناظرہ عربی میں ہوگا، حجۃ الاسلام نے فرمایا کہ "منظور ہے، مگر اس شرط کے ساتھ کہ مناظرہ میں دونوں فریق عربی کے بے نقط الفاظ استعمال کریں گے" یہ سن کر مولانا آزاد کا پندار علم ٹوٹ گیا اور مناظرہ ہونے سے رہ گیا۔ (۱۷)

حجۃ الاسلام کو عربی ادب پہ اتنا ہی عبور تھا جتنا کسی اہل زبان کو ہوتا ہے، نثر تو نثر ہے نظم میں بھی انہیں ویسا ہی ملکہ حاصل تھا، ان کی نثر کے نمونے اعلیٰ حضرت کی عربی تصانیف: الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیہ، کفل الفقیہ الفاھم فی حکام قرطاس الدراھم، الاجازۃ المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ، الوظیفۃ الکریمۃ کی تمہیدوں میں محفوظ ہیں، جنہیں آپ نے برجستہ اور قلم برداشتہ لکھا ہے اور جسے دیکھ کر والد گرامی نے خوشی کا اظہار بھی فرمایا اور بطور تمہید یا مقدمہ کتاب میں شامل کرنے کی اجازت دی، مناسب ہے کہ یہاں ان کی عربی تمہیدات کے چند نمونے دے دیئے جائیں۔

الدولۃ المکیہ جو علم غیب کے موضوع پر علماء عرب کے سوالات کے جواب پر مشتمل ہے اور جسے امام احمد رضا نے صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے میں قلم بند فرمایا ہے اس کی برجستہ تمہید ملاحظہ کریں جس میں پوری کتاب کا نہایت شاندار اختصار اور نصوص و آثار کا خلاصہ پیش کر دیا گیا ہے :

"الحمد لله العلام الغیوب .غفار الذنوب ستار العیوب.المظهر من ارتضی من رسول علی السر المحجوب وافضل الصلوة واكمل السلام علی ارتضی من ارتضی واحب محبوب سید المطلعین علی الغیوب. الذی علمه ربه تعلیما كان فضل الله علیه عظیما. فهو علی كل غائب امین وماهو علی الغیب بضنین ولاهو بنعمة ربه بمجنون مستور عنه ماكان ومایكون. فهو شاهد الملك والملكوت ومشاهد الجبار والجبروت. مازاغ البصر وماطغی. افتمرونه علی مایری نزل علیه القرآن تبیانا لكل شئ فاحاط الاولین والآخرین وبعلوم لاتنحصر بحد وینحسر دونها العد ولایعلمها احد من العلمین فعلوم آدم وعلوم العالم وعلوم اللوح وعلوم القلم كلها قطرة من بحار علوم حبیبنا صلی الله تعالی علیه وسلم لان علوم مایدریك علومه علیه صلوت الله وتسلیمه هی اعظم رشحه واكبر غرفه من ذالك البحر الغیر المتناهی اعنی العلم الازلی الالهی فهو یستمد من ربه والخلق یستمدون منه فما عندهم من العلوم انما هی له وبه ومنه وعنه۔

وكلهم من رسول الله ملتمس
غرفا من البحر او شفا من الدیم
وواقفون لدیه عند حدهم
من نقطة العلم او من شكلة الحكم

قارئین کرام! اس نثری نمونے میں حجۃ الاسلام کی مقفیٰ مسجع عبارت کے ساتھ براعت استہلال کا کمال ملاحظہ کریں کہ علم غیب کے مسئلہ میں ایسی آیات اور ایسے الفاظ کا استعمال جس سے موضوع کتاب پہ بھرپور روشنی پڑے انہوں نے کس برجستگی سے استعمال کئے ہیں، ترجمہ اہل علم کے ذوق مطالعہ پہ چھوڑتے ہوئے ان کی عربی نثر کا دوسرا نمونہ حاضر کرتا ہوں۔

نوٹ کے مسئلہ پہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی ایک مایہ ناز تصنیف کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم اپنا ثانی نہیں رکھتی، جس وقت کاغذ کا نوٹ پہلی بار مارکیٹ میں آیا تو یہ سوال سامنے آیا کہ یہ جائز ہے یا نہیں تو جہاں اوروں نے جواب دیا کہ "بندہ کو اس کی تحقیق نہیں" وہیں امام احمد رضا نے باضابطہ اس پہ عربی زبان میں ایک کتاب لکھ ڈالی جو اپنے استدلال اور زور بیان کے اعتبار سے انتہائی لاجواب اور بے مثل ہے، اس کی تمہید حضرت حجۃ الاسلام نے لکھی ہے اور اس میں وہ کمال فن دکھایا ہے کہ بقول علامہ ابراہیم خوشتر کفل الفقیہ الفاھم کی تمہید عربی زبان وبیان کے انمول جواہرات ہیں اور عربی ادب کے خزائن میں نوادرات کا حسین اضافہ ہیں" اگر ان کی بات پہ یقین نہ ہو تو ذیل کا یہ اقتباس ملاحظہ کریں اور خود ہی اپنے دل کی آواز سنیں:

"احمد الحمید المحمود حمد حامدا حمد اواصلی واسلم علی احمد محمد اسمه احمد وبعد فلما توجه للمسیر کالبدر المنیر من حضیض الھند الی اوج ام القری وزیارۃ حرم الحبیب المصطفی المرتجی المرتضی المجتبی علیه افضل التحیة والثناءمرۃ اخری فی العام الماضی قبل عام خلا امام اھل السنة السنیه والجماعة السنیه مجدد المأۃ الحاضرہ مؤید الملة الطاھرہ سنام نور الایمان انسان عین الاعیان الذی لم یکتحل بمثله طرف الاوان قطب المکان وغوث الزمان برکة الاعیان آیة من آیات الرحمن سیدی واستاذی ووالدی وملاذی حضرت المولی الحاج الشیخ احمد رضا خان افاض الله علینا من شآبیب فیضه المدار ماترنم الھزار فوق الازھار......(۱۸)۔

نثر کے بعد اب نظم کا جائزہ لیں تو یہاں بھی ایک جہان حیرت ہمیں متحیر کرنے کے لئے موجود ہے، اردو کی طرح برجستہ برمحل اور علمی وفنی اعتبار سے بھرپور اشعار کہنا ان کے لئے اتنا ہی آسان نظر آتا ہے جتنا غیر عربی داں کو سوچ کر بھی لکھنے میں مشکل معلوم ہوتا ہے، اس دعویٰ کی دلیل کے لئے بھی چند نمونے دیکھیں۔

امام احمد رضا کی عربی شاعری بھی اپنا جواب آپ ہے، ان کے اشعار پہ اضافہ آسان نہیں ہے، جن لوگوں نے ان کی اردو زمین میں نعتیں کہیں ہیں وہ معیار واقدار کے اعتبار سے کس پایہ کی ہیں سب کو معلوم۔ پھر ان کی عربی شاعری پہ اضافہ کتنا مشکل ہوگا اہل علم سوچ سکتے ہیں مگر آپ کی جانشینی کا حق ادا کرتے ہوئے حضرت حجۃ الاسلام نے اس پر معیاری اشعار کا کس طرح اضافہ فرمایا ملاحظہ کریں ۔

حسبی الخیرات ماعدوته
یوم القیمة فی رضاء الرحمٰن

دین النبی محمد خیر الوری
ثم اعتقادی مذھب النعمانی

وتوسلی وتوردی واراقتی
بابی الحسین احمد النورانی

الدولۃ المکیہ جسے امام احمد رضا نے علم غیب مصطفی ﷺ سے متعلق مکہ معظمہ میں پوچھے گئے سوال کے جواب میں صرف آٹھ گھنٹہ میں تحریر فرمایا۔

یہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی مایہ ناز تصنیف ہے جس پر علمائے عرب کی بڑی وقیع تقریظیں ہیں جیسے علامہ سید اسمٰعیل بن خلیل مدینہ شریف، شیخ العلما محمد سعید بن محمد بابصیل مکی، مفتی شافعیہ، شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن سراج مکی، مفتی حنفیہ، علامہ شیخ محمد عابد مکی، مفتی مالکیہ، علامہ شیخ عبد اللہ بن حمید، مکی مفتی حنبلیہ، علامہ شیخ صالح بن شیخ صدیق کمال، شیخ علامہ احمد ابو الخیر بن عبد اللہ میر داد، امام مدرس وخطیب مسجد حرام، مدرس مسجد حرام محمد علی بن شیخ صدیق کمال حنفی، استاذ العلما مسجد حرام عبد اللہ بن محمد صدقہ بن زینی دحلان وغیرہ وغیرہ یعنی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے ۴۷ علما وشیوخ کی تقریظیں اس کتاب میں شامل ہیں، اس کتاب کی منظوم عربی تمہید کا انداز ملاحظہ فرمائیں ۔

وکلھم من رسول اللہ ملتمس
غرقامن البحر او شفا من الدیم

وواقفون لدیہ عند حد ھم
من نقطۃ العلم او من شکلۃ العلم

اسی طرح حجۃ الاسلام کی مایہ ناز تالیف" الاجازت المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ "جس میں اسناد حدیث و سلاسل طریقت کا ذکر ہے، اس کی تمہید کے یہ اشعار دیکھیں ۔

الا بابی من کان ملکا وسیدا
وآدم بین الماء والطین واقف

اذا رام امرا لایکون خلافہ
ولیس لذالک الامر فی الکون صارف

فقربہ تقریبا وجعلہ الاکرام
حبیبا واصلہ من القلوب المحل جلیل

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے خلیفہ مولانا برہان الحق جبل پوری کی کتاب 'اجلال الیقین بتقدیس سید المرسلین" پر منظوم تقریظ کا رنگ دیکھیں ۔

احمد اللہ خالق النسم
ذراء اللوح بارء القلم

ونصلی علی الحبیب لہ
اعلم الخلق خیر کلھم

وعلی آلہ واصحابہ
ماتمر السحاب بالدیم

عن الحق فیہ یا برھان
نسماہ للاسمک کسم

بریلی شریف جنکشن کی مسجد جب بن کر تیار ہوئی اور اس کی تاریخ کے لئے بعض احباب نے فرمائش کی تو شیخ الانام، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی نے برجستہ یہ قطعہ تاریخ تحریر فرمایا ۔

انما یعمر لمساجد من
آمن باللہ والاخرٰی

من بناہ بنا لہ اللہ
بیت در بجنۃ الماوٰی

شکر اللہ معی قیمہ
عمر حامد رضا شفیق رضا

قلت سبحان ربی الاعلیٰ
مسجد اسس علی التقوٰی

28 3 1 =۱۵۳ ۳۴۳

[معارف رضا، کراچی شمارہ ہفتم، ۱۹۸۷ء]

الدولۃ المکیۃ پر علماء و شیوخ عرب نے عربی میں تقریظیں لکھی ہیں بعض نے منظوم تقریظ لکھی ہے اور بعض نے تقاریظ میں اشعار بھی استعمال کئے ہیں اور اس میں مصنف کتاب کو بڑے بڑے القابات سے نوازا یہاں اس کا ذکر میرے مضمون کا حصہ نہیں، اس کی مکمل تفصیل کے لئے ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد مظہری کی مؤلفہ کتاب "امام احمد رضا علمائے حجاز کی نظر میں" کا مطالعہ مفید ہوگا، الدولۃ المکیۃ کے ذکر کا مقصد یہ تھا کہ اس کتاب کا ترجمہ کیا ہے، حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا نے، آپ خود عربی زبان کے ماہر زبان دان تھے جیسا کہ اس سے پہلے گزرا آپ کی یہ قابلیت اس کتاب کے ترجمے سے بھی ظاہر ہے، منظوم کتاب کا منظوم ترجمہ اور نثر میں شامل اشعار کا اشعار میں ترجمہ عربی ادب پر حجۃ الاسلام کی مہارت تامہ کی دلیل ہے اس حوالے سے چند شواہد دیکھیں، اس کتاب پہ منظوم تقریظ حضرت شیخ عبد القادر محمد بن سودہ القرشی کی ہے ان کے بعض اشعار ہیں ۔

ایھا الناظر فیھا
انظر الحق یقینا

فھی واللہ اساس
وھی نور المؤمنینا

ویخفی النور حقا
من نجوم ظاھرینا

نور ھم فی الھند ظاھر
من جمیع المؤمنینا

عالم الخمس یقینا
بل رای الحق مبینا

حجۃ الاسلام نے ان کا منظوم ترجمہ یوں کیا ہے ۔

اے مرے پیارے ناظریں
حق ہے یہ رسالہ بالیقیں

واللہ وہ ہیں اصل دیں
نور وضیائے مؤمنین

کیا نور سچ مچ چھپ رہے
انجم سے جب ہو سب کھلے

یہ نور ہند کا نور ہے
مسلم ہیں جس کا ظہور ہے

اے علم خمس ہے بالیقیں
کہ خدا بھی اس سے چھپا نہیں

اسی طرح حرم شریف میں مدرس علامہ شاہ عطیہ محمود نے یہ تقریظ لکھی ۔

للہ در مؤلف اهدی لنا
درء القدوح شرح الصدور صدوره
اهدته للارواح راحة احمد
فسما وطاب لدی الانام سروره
قد صاغ جوهره بمكة فازدهی
وازداد فضلا حیث ثم ظهوره
لاشك ان الارض الاله واحدا
هذا الشنیع المشرقات بدوره
یا من تروم العلم بادروا واغتنم
روض العلوم الفائحات زهوره

حجۃ الاسلام نے اس کا ترجمہ کتنا سلیس کیا ہے ملاحظہ فرمائیں ۔

دست رضا نے جام دیا ارمغاں جاں
جس سے بلند خلق کا کیف و سرور ہے
مکہ میں تار اس کے ڈھلے تار ہے تو یہ
فضل و شرف بڑھا کہ وہاں کا یہ نور ہے
پاکیزہ برگزیدہ حق اس کا ہے گر کہوں
تحریر آب زر سے نگار سطور ہے
اللہ و مصطفی کے حرم ارض محترم
وہ آسمان علم ہے بدر الدرور ہے
جلد آؤ شائقو کہ غنیمت ہے باغ علم
مہکے چمن علوم کے فوز ہور ہے

اس طرح کے نمونے ان کی مختلف کتابوں میں موجود ہیں جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ عربی نثر پہ عربی نژاد کی طرح قدرت ومہارت رکھتے تھے، ان کی کتابیں جن کا تذکرہ اوپر مذکور ہوا اہل علم کے مطالعہ کی زینت کے لئے بیقرار ہیں ضرورت ہے کہ خالص علمی نکتہ نگاہ سے ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے مجھے یقین ہے کہ مطالعہ کے بعد ہر قاری کا یہی تاثر ہوگا کہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان دیگر علوم وفنون کی طرح عربی ادب پہ بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے اور ہندوستان میں عربی ادب کی خدمت کرنے والوں میں آپ کا قابل ذکر اور ناقابل فراموش کردار ہے۔

حواشی:

(۱) شواہد کے لئے مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ کیا جائے: فتاویٰ افریقہ راعلی حضرت امام احمد رضا، امام احمد رضا اور علمائے عرب رپروفیسر مسعود احمد مظہری، امام احمد رضا اور علمائے مکہ ر بہاالدین زکریا شاہ، خلفائے امام احمد رضا۔

(۲) فقیہ اسلام رڈاکٹر حسن رضا خاں، تصانیف امام احمد رضا، رضا بک ریویو کا "رضویات کا اشاریہ نمبر

(۳) فقیہ اسلام رڈاکٹر حسن رضا خاں، تصانیف امام احمد رضا، مولانا عبد المبین نعمانی، رضا بک ریویو کا "رضویات کا اشاریہ نمبر۔

(۴) معارف رضا، کراچی شمارہ ہفتم (۱۹۸۷)

(۵) حضرت محشی کا اصل نام عبد الرحمن ہے، آپ اپنے عہد کے جید عالم وعارف اور کثیر التصانیف مصنف تھے، آپ کے مکمل حالات مفتی محمود احمد رفاقتی کی کتاب تذکرہ علمائے اہل سنت اور مولانا ریحان رضا انجم کی مرتبہ "سرکار محشی نمبر" بقیہ ص ۴۵ پر

اسلاف و اخلاف

از: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری٭

حضور مجاہد ملت اور فیضانِ بریلی

حضور مجاہد ملت ہمیشہ رضا اور خانوادۂ رضا کی خصوصی توجہ کا مرکز رہے، راہ طلب میں کبھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا، جذبۂ عشق کا دامن تھامے، ذوق جنوں میں ہر نشیب و فراز سے گذرتے رہے۔ آپ کا ولولہ صادق ایک دن آپ کے کام آہی گیا، پھر جو جلوؤں کی چاندنی کھلی ہے تو مجاہد ملت پوری زندگی اس کی روشنی میں شرابور رہے، ہر کٹھن گھڑی اور آڑے وقتوں میں بریلی کا فیضان سہارا بنتا رہا۔

مثلاً۔۔۔(۱) حضور مجاہد ملت کے بڑے بڑے کارناموں میں مسجد اعظم الہ آباد کا تحفظ بھی ہے جو ہمیشہ جلی سرخیوں میں سنہرے حرفوں سے لکھا جاتا رہے گا، ہوا یہ کہ جناب معظم خاں صاحب مرحوم جو دور مغلیہ میں بڑے عہدے پر فائز تھے، انہوں نے ۱۱۱۸ھ میں مسجد اعظم کے نام سے ایک مسجد تعمیر کرائی، وقت کے ساتھ ساتھ حالات بھی بدلتے گئے، آخری دور میں جناب حسین خاں مرحوم اس مسجد کے نگراں مقرر ہوئے، گیارہویں شریف کے موقع پر اسی میں شاندار گیارہویں کا جلسہ بھی کرتے، جس میں کافی لوگ شریک ہوا کرتے تھے، اسی دوران امپرومنٹ ٹرسٹ کی نیت خراب ہوگئی، وہ مسجد کی زمین پر قبضہ کر کے اسی پر سے سڑک نکالنا چاہتی تھی، جس سے کافی الجھن پیدا ہوگئی، خانصاحب نے مجاہد ملت سے بھی رابطہ کیا اور اس طرف توجہ دلائی، اب یہاں سے مجاہد ملت کا اضطراب شروع ہوتا ہے مجاہد ملت کا جذبۂ جہاد انگڑائی لیتا ہے اور آپ اسی مومنانہ جوش و خروش میں تحریک تحفظ مسجد اعظم کا صور پھونک دیتے ہیں۔

اسی دوران حضرت عین القضاۃ صاحب مرحوم نے خواب میں دیکھا کہ جہاں مسجد اعظم ہے حضور خاتم الانبیاء ﷺ نماز ادا فرما رہے ہیں، اس مبارک خواب نے مجاہد ملت کے مجاہدانہ عزائم کو اور دو آتشہ کر دیا، فرماتے تھے، جس روز سے میں نے خواب کا ذکر سنا، اسی روز سے فیصلہ کر لیا کہ بہر حال اسے حاصل کرنا ہے خواہ اس کے لیے جان کی قربانی دینی پڑے، رات کو شہادت کی بے پناہ خوشی اور کل سے یہ مشن کون چلائے گا؟ کا دکھ لیے جانے کب اس مرد مجاہد کی آنکھوں نے جھپکی لی کیا دیکھتے ہیں کہ سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ تشریف فرما ہیں اور اس جگہ کی پیمائش کر کے ارشاد فرما رہے ہیں کہ میاں یہ مسجد رہے گی تم فکر مند نہ ہو، آنکھ کھلی تو معاملہ سمجھ سے باہر تھا، اس لیے کہ نہ بظاہر کوئی ثبوت، نہ حکومت کی طرف سے نرمی کے آثار مگر صبح کو اچانک ایسا ہوا کہ ایک مستری صاحب بانس کے چونگے میں کچھ کاغذات لیے آئے اور عرض کیا کہ حضرت! اس میں پرانے کاغذات ہیں ملاحظہ فرمائیں اگر کوئی آپ کے کام کا ہو تو قبول فرمائیں، آپ فرماتے تھے کہ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس بانس کے چونگے سے اس مسجد کی زمین کے کاغذات برآمد ہوئے، جس کے بعد تمام لاینحل مسائل خود بخود آسان اور حل ہوگئے، آج اس مسجد اعظم میں حضرت کا قائم کردہ جامعہ حبیبیہ ہے جو علوم دینیہ کا شہرستان ہے، یہ کتنی واضح مثال ہے قربت اور نوازش کی کہ مسجد کی حفاظت کے لیے مجاہد ملت الہ آباد میں پریشان ہوں اور اعلیٰ حضرت ان کی پریشانی پر خاموش ہوجائیں گوارہ نہ فرمایا، فوراً خواب میں تشریف لائے ڈھارس بندھائی، ہمت دلائی اور وہ انتظام فرمادیا کہ بدلے تیور دیکھتے ہی رہ گئے۔

(نوائے حبیب کا مجاہد ملت نمبر ص ۹۰)

(۲) حضور مجاہد ملت اپنے پیر و مرشد حضور حجۃ الاسلام مولانا الشاہ حامد رضا خان علیہ الرحمہ کا اتنا ادب و احترام فرماتے تھے کہ زمانہ گزشتہ کے بزرگوں کی یاد تازہ ہوجاتی ہے، خدا کرے آج

٭ مقالہ نگار جامعہ رضویہ پٹنہ کے مہتمم اور اہل سنت کے معروف و معتبر اہل قلم ہیں۔

کا ہر مرید ویسا ادب کرنا سیکھ جائے ۔ایک بار حضور مجاہد ملت بریلی شریف اسٹیشن پر اعلیٰ حضرت کے محلہ سوداگران حاضر ہونے کے لیے کسی رکشہ والے سے پانچ روپیہ پر معاملہ طے کرتے ہیں، ابھی تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ کیا جی میں آیا رکشہ والے سے اس کا نام پوچھ لیا، اس نے کہا حامد رضا، جونہی حامد رضا آپ نے سنا بہت ہی بے قراری سے رکشہ والے سے کہا رکشہ روکو، رکشہ رکا تو فوراً رکشہ سے اچھل کر نیچے اتر گئے، ۵ روپیہ کی جگہ رکشہ والے کو دس روپیہ دیا۔ رکشہ والے کی پریشانی بڑھی ۔ پوچھا حضور کیا غلطی ہوئی کہ آپ ہمارے رکشہ سے جانا نہیں چاہتے؟ فرمایا، تمہارا نام میرے پیر و مرشد کے نام پر ہے میں کیسے تمہارے رکشہ پر سواری کروں یہ میرے عشق و ادب کی توہین ہے۔ آپ کو اپنے مرشد مجاز حضور حجۃ الاسلام سے دیوانگی کی حد تک پیار تھا، جہاں کہیں ذکر آتا "میرے حضور" "اپنے مالک" جیسے القابات سے یاد کرتے۔

(۳) حضور مجاہد ملت کی خوبیوں میں ایک اہم خوبی یہ تھی وہ یوں تو ہر مومن کا اکرام کرتے تھے، اگر وہ صاحب فضل و تقویٰ بھی ہو تو کیا کہنا، اور پھر وہ صاحب فضل و تقویٰ بریلی کا ہے تو ادب و تکریم کا منظر دیدنی ہوتا تھا، پھر تو ادب مجسم بن جاتے۔ جناب راز الہ بادی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

ایک بار الہ باد میں تاجدار اہلسنت، عارف باللہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ تشریف لائے، اسٹیشن پر حضرت مجاہد ملت بہت سے مریدوں کو لیکر موجود تھے، ہم لوگوں نے دیکھا کہ حضور مجاہد ملت نے حضور مفتی اعظم کی پیشانی کے بوسے لیے، حضرت مفتی اعظم ہند نے حضور مجاہد ملت کے سر کو لیا اور اپنے سینے سے لگالیا، لوگ عش عش کر گئے، سبحان اللہ اتنے عظیم بزرگ اپنے بڑوں کا احترام کس طرح کرتے ہیں، ایک بار پھر الہ باد آنا ہوا تو حضور مفتی اعظم کو اسٹیشن لینے تشریف لے گئے، جب حضرت مفتی اعظم ہند کار میں بیٹھے تو ہم لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ بھی بغل میں تشریف رکھیے وہ انکار کرنے لگے، ادھر حضرت مفتی اعظم ہند قبلہ بار بار فرماتے رہے کہ مولانا میرے پاس بیٹھئے مگر وہ کہتے تھے کہ میں رکشے سے آجاؤں گا، ہم لوگ اس راز کو نہ سمجھے، حاجی عید و بھائی جن کی کار تھی کہنے لگے، حضرت آپ کیوں رکشے سے آئیں گے؟ کار میں جگہ ہے آپ تشریف رکھئے، حضرت مجاہد ملت نے عید و بھائی سے چپکے سے کان میں کہا کہ آپ لوگ کیا ستم کر رہے ہیں، آپ مجھ کو حضرت کے بغل میں بیٹھنے کے لیے کہتے ہیں، میری مجال ہے کہ ان کے کاندھے سے کاندھا ملا کر بیٹھوں، ہم لوگ دم بخود رہ گئے، آخر کار حضرت مفتی اعظم کے خادم کو حضرت کے بغل میں بیٹھایا گیا تو حضرت مجاہد ملت اس خادم کے بغل میں بیٹھے، یوں تو ہر آدمی اپنے اپنے ذوق کے اعتبار سے اپنے بڑوں کا ادب کرتا ہے، لیکن حضور مجاہد ملت نے حضور مفتی اعظم کا جس انداز میں ادب فرمایا ہے، ادب کی یہ تفسیر صرف حضور مجاہد ملت کی کتاب عشق میں نظر آتی ہے۔

(۴) حضور مفتی اعظم تو پھر مفتی اعظم ہیں، حضور مجاہد ملت حضرت تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خانصاحب ازہری قبلہ دام ظلہ علینا کا اتنا ادب و احترام کرتے تھے کہ آج لوگ اپنے اساتذہ کا اتنا احترام نہیں کر پاتے، یا عشق تو جھکنا چاہتا ہے مگر عقل کسر شان کا فلسفہ کھڑا کر دیتی ہے اس میں اپنی خفت سمجھنے لگتے ہیں، حضور تاج الشریعہ حضور مجاہد ملت سے عمر میں ظاہر ہے بہت چھوٹے تھے، ان کی جوانی تھی تو حضرت کی ضعیفی و پیری مگر اس تفاوت کے باوجود حضور مجاہد ملت کا انداز وفا دیکھئے، حضور تاج الشریعہ ایک بار بھدرک تشریف لائے، حضور مجاہد ملت اپنے متعلقین کے ساتھ موجود ہیں، پل پل خدمت و مدارات پر نظر رکھے ہوئے ہیں، اسی دوران ایک صاحب حضور مجاہد ملت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور میں آپ سے بیعت کی غرض سے آیا ہوں، حضور مجاہد ملت جلال میں آگئے اور فرمایا میرے مخدوم اور مخدوم زادے، بریلی شریف کے شہزادے تشریف لائے ہوئے ہیں ان کی موجودگی میں میں بیعت کروں؟ حبیب الرحمان کی یہ مجال کہ اتنی بڑی جرات کرے، یہ تمہارا نصیب ہے کہ حضرت تشریف فرما ہیں، تمہیں شہزادے

صاحب ہی سے بیعت ہوتا ہے، خود لے جاکر ان صاحب کو حضور تاج الشریعہ سے بیعت کروایا۔

یہ حضور تاج الشریعہ کا عنفوانِ اقبال تھا، حضور مجاہد ملت اپنی نگاہِ باطنی سے حضور تاج الشریعہ کی ذات میں مستقبل کا تاج الشریعہ دیکھ رہے تھے، آج کے حالات اس کی بھرپور تائید کرتے ہیں، اس وقت عالم اسلام کے مقتدیان کرام ومشائخ عظام کے جھرمٹ میں حضور تاج الشریعہ کی جو شانِ انفرادیت وامتیازی خصوصیت ہے اس سے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اس وقت تاج الشریعہ نام ہے اعلم العلماء کا، تاج الشریعہ نام ہے افضل الفضلا کا، تاج الشریعہ نام ہے افقہ الفقہا کا، تاج الشریعہ نام ہے حضور مجاہد ملت کے استقامت علی الشریعہ کا، اس وقت تاج الشریعہ نام ہے نائب غوث اعظم کا اور بقول حضور امین ملت اس وقت تاج الشریعہ نام ہے مسلک اعلیٰ حضرت کا، عالم یہ ہے کہ پورے ملک میں جہاں کہیں بھی دینی اجلاس واجتماع ہو رہا ہے، تمام نعروں کے بیچ میں یہ مبنی برحقیقت نعرہ ضرور لگ رہا ہے:

"بستی بستی، قریہ قریہ! تاج الشریعہ، تاج الشریعہ"

مجھے بتایا جائے اوصاف مومن کامل میں اس محبوبیت کبریٰ کا تعلق کس وصف سے ہے؟ غور کے بعد آپ بھی اسی نتیجے پر پہنچیں گے جس کا اظہار میں نے کیا ہے، وہ دوسرے لوگ ہیں جو آپ کی اس نعمت عظمیٰ پر حسد کا شکار ہیں، حضور مجاہد ملت آج اگر حیاتِ ظاہری میں ہوتے تو پھولے نہیں سماتے، دعائیں دیتے، بلائیں لیتے، میں یہ عرض کر دوں کہ دھام نگر اور بریلی دو جسم ایک جان کا نام ہے، دھام نگر اگر جسم ہے تو روح بریلی شریف ہے، دھام نگر اگر دل ہے تو دھڑکن بریلی شریف ہے، دھام نگر آنکھ ہے تو روشنی بریلی شریف ہے، یہ رشتہ محبت وعقیدت لازوال تھا، لازوال رہے گا، چاہے کوئی کچھ کہے، بریلی اور دھام نگر، دھام نگر اور بریلی کا اٹوٹ رشتہ پکار رہا ہے کہ ؎

نکالیں سیکڑوں نہریں کہ پانی کچھ تو کم ہوگا
مگر پھر بھی میرے دریا کی طغیانی نہیں جاتی

بجھی ہے شمع مسلم بارہا پھر جگمگائی ہے
یہ تارا ٹوٹ جاتا ہے درخشانی نہیں جاتی

یہ تھا ایک سرسری خاکہ حضور مجاہد ملت کی اعلیٰ حضرت سے قربت، حضور حجۃ الاسلام سے عقیدت، حضور مفتی اعظم سے محبت اور حضور تاج الشریعہ سے رضوی نسبت کا، ان شخصیتوں کے حضور سرکار مجاہد ملت نے احترام واکرام، تعظیم وتوقیر اور ادب ولحاظ کا جو بے پایاں ثبوت دیا ہے، ان جواہر پاروں نے نسبتوں کا بھرپور پاس وخیال کرنے کی شاہراہ متعین کی ہے، حقیقت بھی یہی ہے کہ دنیا میں اب تک جس کو بھی جو کچھ بھی ملا ہے وہ ادب ہی سے ملا ہے، اور آئندہ بھی یہ سلسلہ یونہی رواں دواں رہے گا، جو باادب ہوگا، بامراد رہے گا، اور جو بے ادب ہوگا نامراد ہی رہے گا، حضور مجاہد ملت کے عہد میں خود آپ کے معاصرین میں چندے آفتاب اور چندے ماہتاب کی کمی نہیں تھی، مگر آج حضور مجاہد ملت کا جتنا چرچا ہے، ادب واحترام کی زبان پر جس طرح آپ کا نام مصری کی ڈلی گھولتا ہے، ایسا جلوہ اور جگہ کہاں؟ میرا وجدان کہتا ہے اس میں سب سے بڑا رول حضور اعلیٰ حضرت، خانوادۂ اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے تعلق سے مجاہد ملت کے بے لوث والہانہ پن کا ہے اور حضرات تو خیر حضور مجاہد ملت سے بڑے ہیں، یا ہمعصر ہیں، حضور تاج الشریعہ تو عمر میں بہت چھوٹے ہیں، مگر حضور مجاہد ملت کی آنکھوں نے ہمیشہ انہیں بڑی نظر سے دیکھا اور ان کے ادب وتوقیر کا کوئی بھی گوشہ کبھی بھی ہاتھ سے چھوٹنے نہ دیا۔

یہ تازیانۂ عبرت ہے ان لوگوں کے لیے جو آج تاج الشریعہ کی تحقیق انیق کے مقابلے میں جدید تحقیق پیش کر رہے ہیں، ان کی رائے مستقیم کو تنقید کی نظر سے دیکھنے کی جرأت کر رہے ہیں، ان کے قول فیصل کے متوازی اپنے قول کو ترجیح دینے اور اسے ہی حق سمجھنے کی خوش فہمی کے اسیر ہیں، یہ حضرات نادانستہ ہی سہی مرکز سے انحراف کی جو ناخوشگوار بلا میں مبتلا ہیں وہ حضور مجاہد ملت کے فکر وعمل، معمولات ومعاملات کی دودھیا چاندنی میں اپنے فکر وعمل کی تصویر دیکھیں، شب کی تنہائی میں اپنا محاسبہ کریں اور یہ

ضرور غور کریں کہ وہ کس سے کٹ رہے ہیں اور کس سے جٹ رہے ہیں، اور تاسف ان لوگوں پر بھی ہے جو بریلی کا نام لیتے اور ایسوں کا ساتھ دیتے ہیں، زبان سے مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگاتے اور دل سے اس کی مخالفت کرتے ہیں، کم از کم حضور مجاہد ملت کے نام لیواؤں کو تو حضور مجاہد ملت کا عملی اور فکری چہرہ دیکھنا چاہئے اور یہ سوچ ہونی چاہیے کہ ایسی کوئی حرکت و جرأت نہ کریں جس سے حضور مجاہد ملت کی روح کو اذیت پہنچے، انہیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ حضور مجاہد ملت کی ناخوشی، رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناخوشی ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناخوشی خدا کی ناراضگی ہے، جو لوگ ایسی حرکت مکروہی میں کارخیر سمجھ کر مشغول ہیں ان لوگوں کو حضور مجاہد ملت کی روح کبھی معاف نہ کرے گی، اس دور میں دنیا و آخرت کی بھلائی کا دارو مدار اسی پر ہے کہ آدمی اپنے مرکز بریلی شریف سے ہر معاملہ میں جڑا رہے جیسے ہمارے تمام اسلاف جڑے ہوئے تھے اور جیسے حضور مجاہد ملت بریلی کے چاند کا ہالہ بنے ہوئے تھے۔

مجاہد ملت اور فروغ سنیت

حضور مجاہد ملت کا دور بڑا ہی فتنہ و فساد کا دور تھا، اندر سے لے کر باہر تک سازشوں کا جال پھیلا ہوا تھا، مقصد صرف اسلام و سنیت کو کمزور کرنا، مسلمانوں کو بے دست و پا بنائے رکھنا، مذہبی حدود و قیود سے نکال کر آزاد خیالی کے کمند میں ہمیشہ کے لیے انہیں پھنسا دینا، ایسے میں حضور مجاہد ملت امیدوں کی ایک چمکتی کرن تھے، آپ عقابی نظر اور چیتے کا جگر رکھنے والے شاہین تھے، ہر فتنے، فتنہ گروں اور فتنوں کے سرچشموں پر ان کی نگاہ تھی، تبھی تو جب جیسی ضرورت پڑتی تریاق فراہم کرتے رہتے، جیسے جگہ جگہ مدارس کا قیام، مساجد کا اہتمام، آل انڈیا تبلیغ سیرت کی تنظیم، تحریک خاکساران حق کی تشکیل، یہ سب کیا ہیں؟ یہ سب دوائے شفا تیار کرنے والے کارخانے ہیں، جہاں لوہا، فولاد، پیتل، سونا اور مس خام سونا بن کر نکلتے تھے۔ آپ مدارس کے قیام و اہتمام پر خصوصی توجہ دیتے تھے، جہاں جاتے مدرسہ کے قیام کی تمنا انگڑائی لینے لگتی، مدرسہ قائم فرماتے اور اپنی جیب خاص سے مدرسہ کا بہت بڑا بوجھ ہلکا کرتے رہتے، درجنوں مدارس کے آپ بانی اور سینکڑوں مدارس کے سرپرست و صدر و نگراں بنے رہے، وہ خوب جانتے تھے کہ مساجد کو خطیب و امام، قوم و ملت کو واعظ و مبلغ، جلسے جلوس کو بے باک مقرر اور تحریک و تنظیم کو سرفروش سپاہی اسی فیکٹری سے میسر آتے ہیں، اس لیے انہیں خوب تازہ و توانا رکھو، مدارس میں علم و ادب کے فرزانوں کی بارات اتارو، تا کہ ان کی آغوش تربیت میں پل کر ملت کے دیوانے ملت کے دانے دانے میں دین کی صحیح روح پھونکتے رہیں، آپ مدارس کا اندرونی ماحول مسکراتا دیکھنے کے قائل تھے، وہ خوب جانتے تھے کہ اندر کی مسکراتی فضا کا اثر ہی باہر کی روتی دنیا کو مسکرانے کا ہنر سکھائے گا۔

اس لیے اساتذہ کے چہرے پر کوئی بل، کوئی شکن ان کو ناقابل برداشت تھا، وہ اس پر یقین رکھتے تھے کہ اساتذہ جتنے مطمئن اور مسرور ہوں گے، تعلیمی و تربیتی ماحول ویسا ہی ثمردار، بارآور اور نتیجہ خیز ہوگا، کاش آج مدارس کے منتظمین مجاہد ملت کے اس نکتہ کی اہمیت کو سمجھتے اور ان کی روش پر عمل کرتے تو مدارس اسلامیہ جو آج نتیجہ کے اعتبار سے مایوس کن بلکہ عقیم صفت بنتے جارہے ہیں یہ المناک دن دیکھنے کو نہ ملتا، مدارس عام و خاص کا موضوع بحث نہ بنتے، اخبارات و رسائل میں ان کے اصلاحات کی باتیں نہ چھپتیں، ٹی وی اور ریڈیو کا یہ دلچسپ عنوان نہ قرار پاتے، اسی لیے مدارس کا کنٹرول ہمیشہ مدارس کے نشیب و فراز سے واقف حضرات علما کے ہاتھوں میں رکھتے، تا کہ مدارس مفید، بامقصد اور بارآور بن سکیں۔ ع

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

دوسرے نمبر پر جس مرکزی نقطہ نے مجاہد ملت کو سیماب صفت بنائے رکھا وہ ہے آل انڈیا تبلیغ سیرت، مجاہد ملت اگر ایک طرف علم کا بحر بیکراں تھے تو دوسری طرف عمل کا نیر درخشاں، فرائض و واجبات تو دور کی بات ہے نوافل و سنن پر جن کی پابندی و سختی ضرب المثل بنی ہوئی تھی، اسی لیے وہ خود جیسے تھے پوری دنیائے سنیت کو اسی رنگ میں رنگ دینے کا مجاہدانہ حوصلہ رکھتے

تھے، اسی غرض سے آپ نے آل انڈیا تبلیغ سیرت کی بنیاد ڈالی تھی، جیسا کہ اس کے مطبوعہ اغراض ومقاصد سے ظاہر ہے۔

(۱) مسلمانوں کے اصلاح عقائد واعمال اور تنظیم واتحاد کی کوششیں۔

(۲) ہر زبان جس میں اسلامیات کا عظیم الشان ذخیرہ ہے اس کی بقاو تعلیم کی تدبیریں۔

(۳) اصلاح وترقی مدارس اور ان کے نصاب میں یکسانیت پیدا کرنے کی صورتیں۔

(۴) مساجد ومقابر، خانقاہوں اور مسجدوں وقبرستانوں کو ہر قسم کی دست برد سے بچانے کی جدو جہد۔

(۵) انجمن کے مقاصد اور کاروائیوں سے روشناس کرنے کے لیے پریس اور اخبار جو کانفرنس کا ترجمان ہو جاری کرنے کی اسکیمیں اور ملک کے ہر حصے میں انجمن کی شاخ کو بڑھانے کی مثبت فکر۔

پورے ملک میں اس پار سے اس پار تک آل انڈیا تبلیغ سیرت کی دھو میں مچ گئیں، جلسوں کا تانتا بندھ گیا، قافلہ در قافلہ علما وعوام اشتیاقانہ حاضر ہوتے، کانفرنسیں تو بہت ہوئیں مگر پٹنہ بہار کی کانفرنس سب سے تاریخی اور یادگار ہے، جو ۱۰/ اپریل ۱۹۵۴ء کو ہوئی تھی، اس میں حضور مجاہد ملت نے جو خطبۂ صدارت پیش فرمایا، اس کا جملہ جملہ بلکہ لفظ لفظ منشور حیات کا مجمہ ہے، پیش ہے تبرکاً اس کا ایک مختصر اقتباس:

”پونے چودہ سو سال پیشتر جبکہ انسان نما حیوانوں کی بدکرداری دامن انسانیت پر بدنما داغ تھی، ایک رہنمائے اعظم تاج رسالت زیب سر کئے، ردائے شفاعت کاندھوں پر ڈالے، مشعل ہدایت ہاتھوں میں لیے دنیائے انسانیت کی رہنمائی کے لیے حرم کعبہ سے پیغام خداوندی لقد کان لکم سناتا ہوا نمودار ہوا، یہ پیغام خداوندی صرف پیغام عبادت ہی نہیں بلکہ پیغام حیات، اصول زندگی اور دستور انسانیت تھا اور ہے، رہبر اعظم نور مجسم ﷺ نے صفا کی چوٹی سے آواز دی ”اے گم کردہ راہ انسانو! کفر وشرک کی تاریکیوں سے نکل کر توحید ورسالت کی روشنی میں منزل مقصود سے ہمکنار ہو جاؤ، شرافت ونجابت کو ہوا وہوس کے زنداں سے آزادی دلا کر صاحب اختیار کر دیں، نفس پرستی وبدگوئی کو ختم کر کے حق پرستی وحق گوئی کو شرف تکلم بخشیں، غربت وبے کسی کو قصر سرمائیگی سے رہائی دلا کر خزانۂ برکت کی کنجیاں عطا کر دیں، دامن انسانیت کے بدنما داغوں کو آب رحمت سے دھو کر مجلّی ومصفّی کر دیں، انسانیت نے نبوت کی اس صدا کو گوش دل سے سنا اور جبین عقیدت بارگاہ رسالت پر جھکا دی، حضرت صدیق اکبر جیسا سرمایہ دار، حضرت بلال جیسا غلام، حضرت سلمان جیسا پردیسی، حضرت حبیب جیسا غریب الوطن، سب کے سب دوڑ پڑے رضی اللہ عنہم اور سرکار کونین، روحی فداہ کے پرچم کے زیر سایہ، ابدی سکون وراحت حاصل کی، کیا قدرت کی اس نعمت عظیمہ کا شکریہ ادا کرنا ہم پر واجب نہیں، جس کی سیرت مقدسہ آج بھی دنیائے انسانیت کے لیے پیغام حیات اور پیغام نجات ہے اور اس کا عملی شکریہ سیرت نبویہ پر عمل کرنا اور دنیائے انسانیت کو تبلیغ سیرت سے دعوت عمل دینا ہے، تاکہ مسلمان اس پر عمل پیرا ہو کر نکبت وبلاکت سے نجات حاصل کر کے رفعت وعظمت کی بلندیوں پر فائز ہو سکے۔“ [مرد جوزا، ص ۳۲۸]

یہ تھی حضور مجاہد ملت کی تقریر دل پذیر و پرتنویر کا ایک اقتباس جس کی پیشانی پر فصاحت کا جھومر بھی ہے، گلے میں بلاغت کا ہار بھی ہے، سر پر اردوئے معلّیٰ کا تاج بھی ہے، دل میں قوم وملت کا بے پناہ درد بھی ہے، اس میں سنت وشریعت کی دعوت بھی ہے، اور ہاتھ میں غلامیٔ مصطفیٰ کا پٹہ بھی، اس طرح ملک کے مختلف صوبوں، ضلعوں اور حصوں میں تبلیغ سیرت کا جلسہ آپ سجاتے رہے اور قوم کی بگڑی ہوئی حالت وسیرت پر بلک بلک کر خون کے آنسو روتے رہے، اس زمانے کے جید علما، نامور خطبا، آپ کی ایک دعوت پر لبیک یا سیدی کہ کر حاضر ہوتے رہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ تبلیغ سیرت کے پلیٹ فارم سے عقائد واعمال کا زبردست کام ہوا، کتنے بدعقیدے سنی بنے، کتنے مذبذب اور صلح کلیوں نے اپنی ڈھل مل یقینی سے توبہ کیا اور کتنے بے عمل وبدعمل صاحب

عمل وخوش اطوار بن گئے، افسوس کہ حضور مجاہد ملت کی رحلت سے آل انڈیا تبلیغ سیرت کے جسم سے حرارت عمل اور روح اخلاص رخصت ہوگئی، حضور مجاہد ملت نے آل انڈیا تبلیغ سیرت کے جو اغراض ومقاصد رکھے تھے، انہیں بغور دیکھئے ان مقاصد کو روبعمل لانے میں جتنے گہرے علم، جتنی گہری سوچ جتنی اجلی فکر اور نکھری طبیعت کا حامل ہونا ضروری ہے، حضور مجاہد ملت نے اسی اعتبار سے اس کا انتخاب کیا تھا، تمام مرکزی منصب اور کلیدی عہدے پرنگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز اوصاف کے پیکر علمائے کرام فائز تھے، بشکل عوام امراء اور دانشور ومفکرین کی شمولیت بھی تھی، مگر اندرونی معاملے میں عمل دخل سے بے نیاز، اسی وجہ سے ہر جز وکل سلامت تھا اور سبک روی سے تبلیغ سیرت کا کارواں منزل بہ منزل آگے بڑھتا رہا، حضور مجاہد ملت کے بعد حضرت کے مقررہ اصول کو اپنی مطلب برآری کی خاطر جہاں لوگوں نے پس پشت ڈالا سالمیت بکھر گئی، اجتماعیت ٹوٹ گئی اور جمعیت پارہ پارہ ہوگئی اور اگر کہیں باقی بھی رہی تو ”رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی“ کا مرثیہ پڑھتی رہی، کہیں کہیں پھر سے لوگوں نے اپنے اپنے علاقے میں کام کرنے کے لیے آل انڈیا تبلیغ سیرت کا جھنڈا اٹھانا شروع کردیا ہے، ان کے کام کے انداز، طور طریقے، تصرف واختیار کو دیکھئے تو برملا آپ یہ کہیں گے ”شاہیں کے نشیمن میں ہے زاغوں کا بسیرا“ بس خدا خیر کرے اور مجاہد ملت کے مشن کی لاج بچائے رکھے۔

اپنے اخیر دور میں کل ہند ”تحریک خاکساران حق“ کے نام سے ایک ہندوستان گیر تنظیم کی داغ بیل ڈالی اور ملک کے مختلف حصوں میں ہزاروں سرگرم وکلا، دانشور، پروفیسرس، ڈاکٹرس اور سماجی قائدین اس کے باضابطہ رکن منتخب ہوئے، اس تحریک نے دینی جلسوں، کانفرنسوں اور مختلف قومی ومذہبی تقریبات اور اعراس بزرگان دین میں اپنی رضا کارانہ خدمات سے اہل ملک کو کافی حد تک متوجہ کیا اور مسلمانوں میں ولولہ انگیز اور ایک طاقتور اجتماعی زندگی کی راہیں ہموار کیں، وہ چاہے مدارس ہوں یا مساجد، تبلیغ سیرت ہو یا خاکساران حق، جلسہ وجلوس ہو یا دعوت وارشاد چاہے کوئی سا بھی پلیٹ فارم ہو سب کے عزائم ومقاصد کی روح اور سب کی جدوجہد کا اھداف مسلک اعلی حضرت کی خدمت واشاعت وحفاظت ہی رہی ہے، آج چاہے کوئی کچھ کہے مسلک اعلی حضرت کے عروج وفروغ میں حضور مجاہد ملت نے جوانمٹ نقوش چھوڑے ہیں اور ملکی ریکارڈ قائم کیا ہے اس کی کوئی مثال کہیں نظر نہیں آتی ہے۔

■■■

ص ۵۲ رکا بقیہ..........................

اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ یہ فتنہ ہمارے دروازے پر دستک نہیں دے رہا، یہ ہماری بھول اور بے خبری ہے، مسلمانو! یہ بیدار ہونے کا وقت ہے۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو! جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

قادیانی نئی نئی فتوحات کے پرفریب منصوبے تشکیل دے رہے ہیں اور بالخصوص برصغیر ان کے نشانے پر ہے، یہاں کی غریب مسلم آبادیوں کا ایمان وہ مادی اور مالی آسائشوں سے خریدنا چاہتے ہیں، سماجی وفلاحی کاموں کی آڑ میں اپنا دائرہ پھیلانا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں انھیں در پردہ فرقہ پرست تنظیموں کی حمایت بھی حاصل ہے، امریکہ نواز حکومتیں ان کی معاون ہیں تو کیا ہماری ذمہ داری نہیں کہ ہم بیدار ہوکر قادیانیت کا رد اور سد باب کریں؟ راقم کے خیال میں اس کے سد باب کا کامیاب لائحہ عمل یہی ہوگا کہ آقا رحمت عالم ﷺ کی ختم نبوت کا موضوع سرفہرست رکھ کر اس کی اشاعت وتبلیغ کی جائے اور یہ ایمانی تقاضا بھی ہے، اس سلسلے میں امام احمد رضا کی جو تصانیف ورسائل ہیں، انھیں تسہیل وتخریج کے مرحلے سے گزار کر منظر عام پر لایا جائے اور ان کو گھر گھر پہنچایا جائے، اس طرح کا علمی کام ایمان افروز بھی ہوگا اور وقت کا تقاضا بھی! امید کہ اصحاب بصیرت اس سلسلے میں کوئی مؤثر اور فوری اقدام کریں گے۔

بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا
نور اوّل کا جلوہ ہمارا نبی

■■■

از: پرویز عالم*



تین طلاق کے خلاف بل پاس! ذمہ دار کون؟

آج سے ۲۵ رسال قبل ۶ ردسمبر کو سیکولر ہندوستان کی ایک بڑی اقلیت آبادی کی قدیم تاریخی عبادت گاہ فرقہ پرست طاقتوں نے منہدم کرکے ملک کی گنگا جمنی تہذیب کو منہ چڑھایا تھا، ہندوستان جنت نشان کے جمہوری دستور و آئین کی کھلے عام دھجیاں اڑائیں تھیں، قانون کی بالادستی کا مذاق اڑایا تھا، ۲۵ رسال کے بعد آج پھر اس ملک کے ایوان بالا اور دستور ساز ادارے میں جمہوری دستور کا مذاق اڑایا گیا ہے، مسلمانوں کی مرضی کے خلاف تین طلاق کو جرم قرار دینے کا بل پاس کرکے ملک کے دستور و آئین کا خون کیا گیا۔

اس وقت ملک میں بھارتیہ جنتا پارٹی کی حکومت ہے، ملک کی تقدیر کی وہ بلاشرکت غیر مالک ہے، سیاہ وسفید اسی کے چشم ابرو کے اشاروں کا نام ہے، یہ بل اس کی جانب سے پیش ہوا اور صبح سے جاری کشمکش کے دوران آخر یہ اسلام مخالف بل لوک سبھا میں پاس ہوگیا، برسراقتدار جماعت نے جو کچھ بھی کیا اس پہ ہمیں حیرت نہیں، مسلم دشمنی اس کے خمیر کا حصہ ہے، مسلمانوں کے خلاف اگر وہ کچھ اس طرح کا اقدام کرتی ہے تو اس میں تعجب اور حیرت کی بات نہیں، گلہ اور شکوہ تو ان جماعتوں سے ہے جن کے قائدین سیکولرزم پر 80 میل فی گھنٹہ کی رفتار سے بولتے ہیں اور بے تکان بولتے ہیں، جن کا اوڑھنا بچھونا ہی سیکولرزم ہے، جو اس نام پر سیاسی روٹی سینکنے میں مصروف عمل رہنے کو ہی قوم کی بڑی خدمت تصور کرتے ہیں، ملک کی بڑی، قدیم سیکولر جماعت جو رواداری اور بھائی چارگی کے پرجوش نعرے لگاتی ہے، ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب پر گفتگو کرتی ہے، اسے بھی جیسے سانپ سونگھ گیا ہو، کسی نے بھی اس بل کے خلاف ووٹنگ نہیں کی، حیرت اور بالائے حیرت تو یہ ہے کہ کلاہ برداران شریعت، اسلام کے نام نہاد ٹھیکے دار مولانا حضرات جو مسلمانوں کے حقوق کی جنگ لڑنے میں ماہر سمجھے جاتے ہیں، جو قوم مسلم کی قیادت کا پرچم لہرا رہے ہیں، جو پارلیامنٹ میں مسلمانوں کی نمائندگی کا فرض ادا کر رہے ہیں، جو ایوان سے باہر مسلمانوں کے دکھ درد اور ان کی مظلومیت کی داستان بیان کرکے مگر مچھ کے آنسو بہاتے ہیں، بھولی بھالی سادہ لوح قوم کے قیمتی ووٹوں کو اپنی ترقی کا زینہ بنا کر لوک سبھا کی ممبری حاصل کرکے عیش وعشرت بھری زندگی گزارتے ہیں، انہوں نے بھی اس اسلام مخالف بل کے خلاف ووٹ دینا مصلحت کے خلاف تصور کیا۔

اس موڑ پر یہ بات بھی روشن ہوگئی کہ جو نام مسلم رہنما مسلم قیادت کا تاج سر پر سجا کر پارلیامنٹ میں بیٹھتے ہیں، دراصل وہ ایک ڈھونگ ہوتا ہے، قوم کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں، دراصل وہ جس سیاسی جماعت سے وابستہ ہوتے ہیں لوک سبھا میں وہ اسی کی نمائندگی کرتے ہیں، اپنی قوم وملت کی نہیں، پارٹی سے الگ ہٹ کر ان کی اپنی کوئی سوچ نہیں، کوئی فکر نہیں، ان کے افکار ونظریات پر ان کی پارٹی کی فکر کا قبضہ رہتا ہے، ہم سادہ لوح نادان لوگ انہیں اپنا نمائندہ تصور کرکے ان کے لئے گلے پھاڑ پھاڑ کر نعرے لگاتے ہیں، جان کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہیں کرتے، اپنے قیمتی ووٹ سے ان کی ساکھ کو سہارا دیتے رہنا اپنا ملی فریضہ سمجھتے ہیں۔

قوم نے ۲۰ رسے زائد مسلم رہنماؤں کو اپنا نمائندہ بنا کر پارلیامنٹ میں بھیجا لیکن جب وقت آیا قوم وملت کے حق آواز بلند کرنے کا تو سوائے ایک کے یہ سارے چوہے کے بل میں سما گئے، تنہا ایک شخص پارلیامنٹ کی اس جنگ میں تین طلاق کے رد میں پیش ہونے والے اس بل کے خلاف محاذ پر لڑتا رہا،

*مضمون نگار قومی تنظیم لکھنؤ ایڈیشن کے انچارج ہیں۔

اس نے اس پر ووٹنگ بھی کرائی لیکن مصلحت وقت کے خول سے باہر نکل کر ان کی آواز میں آواز ملانے کی جرأت وہمت کسی بھی سیاسی رہنما کو نہیں ہوسکی، کس قدر شرمناک صورت حال ہے کہ آج اس بل کے پاس ہونے پر تعمیل حکم کرنے والے زر خرید غلام کی طرح میڈیا اسے "ملا کی ہار" اور "عورت کی جیت" کا عنوان دے رہا ہے۔

ہندوستان کا دستور وآئین جس وقت مرتب کیا جارہا تھا، اس وقت کانگریس ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت تھی، بلا شرکت غیر تمام اختیارات اس کے ہاتھ میں تھے، ملک کے ہر سیاہ وسفید کا فیصلہ اسی کے چشم ابرو کے اشارے پر ہوتا، وہ جو کہتی وہی قانون ہوتا، ملک کا آئین ودستور اسی کے سرپرستی میں مرتب ہوا، اسی کی ایما پہ آئین میں اس امر کی گنجائش چھوڑ گئی تھی، یوں تو دستور ہند کی دفعہ ۲۵ رکے تحت ہندوستان کے ہر شہری کو بنیادی حق کے طور پر مذہبی آزادی کی ضمانت تحریر کی گئی ہے، لیکن اس دستور میں یونیفارم سول کوڈ (یعنی ایسا قانون جس کے تحت ہر ہندوستانی مذہبی قید وبند سے آزاد ہو) کے لئے ایک چور دروازہ بھی چھوڑ دیا گیا تھا، بعد میں اس چور دروازے سے کانگریس کے دور اقتدار میں شاہ بانو کیس کے ذریعہ یکساں سول کوڈ کے لئے راہ ہموار کی جانے لگی، اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی قیادت اس قدر کمزور نہیں تھی، ملک کے کونے کونے میں احتجاج کی ایک لہر تھی جو دوڑ رہی تھی، ہر طرف احتجاجی تحریک اور مسلم پرسنل لاء میں بے جا مداخلت کے خلاف نعروں کی گونج سنائی دے رہی تھی، آخر حکومت وقت کو یہ بل واپس لینے میں ہی خیر وعافیت محسوس ہوئی۔

بھارتیہ جنتا پارٹی آج عورتوں کے حقوق اور ان کی آزادی کے نام پر جو ڈرامہ اسٹیج کر رہی ہے، اس کا تانا بانا بھی دستور ہند میں چھوڑے گئے اسی چور دروازے سے ملتا ہے، اگر اس وقت صاف ستھرے انداز میں یہ دفعہ تحریر کردی گئی ہوتی اور یکساں سول کوڈ کا شوشہ نہیں چھوڑا گیا ہوتا تو آج یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا، تعجب تو ان سفید پوش کانگریسیوں پر ہے جو سیکولرزم کے لبادے میں فسطائی طاقتوں کے آلۂ کار کے طور پر کام کررہے ہیں، انہوں نے اس وفادار قوم کی پیٹھ میں ہمیشہ خنجر زنی کی ہے جو قوم پیدا ہوتے ہی اس کی وفاداری کے نعرے لگاتی ہے، جس کی پشت پہ کانگریس کا ٹھپہ لگا ہوا ہے جو ہمیشہ کانگریس نواز رہی، مسلمانوں کا اس سیاسی جماعت سے رشتہ بہت قدیم اور پرانا ہے لیکن اس قوم کی وفاداری کا صلہ ہمیشہ کانگریس نے دغابازی سے دیا ہے اور مسلمانوں کے اعتماد واعتبار کا خون کرنے میں اس نے اس کی وفاداری، ایثار پسندی اور قربانیوں کا کوئی لحاظ وپاس نہیں کیا۔

آج بھی جو اسلام مخالف بل پارلیامنٹ میں پاس ہوا اس میں ہندوستان کی اس بڑی سیکولر جماعت نے درپردہ بھارتیہ جنتا پارٹی کی حمایت کی ہے، اگر کانگریس تین طلاق کے معاملہ میں عام مسلمانوں کی حمایت میں ہوتی اور اس تعلق سے اس کی نیت صاف ستھری ہوتی تو وہ اس کے خلاف ووٹنگ کرکے اپنی تصویر صاف کر دیتی، لیکن اس بل کے پاس ہونے کے وقت اس کی پالیسی ڈپلومیٹک رہی، جس سے تھوڑی دیر کے لئے سادہ لوح لوگوں کو بے وقوف بنایا جاسکتا ہے کہ اس نے اس بل میں بی جے پی کی حمایت نہیں کی ہے، لیکن یہ سراسر دھوکہ اور فریب ہے، اس بل کے خلاف رائے نہ دے کر خموشی اختیار کر لینا دراصل اس بل کی درپردہ حمایت ہے۔

بھارتیہ جنتا پارٹی عورتوں کی بحالی کے نام پر جو ڈرامہ اسٹیج کررہی ہے اور تین طلاق کا ایشو کھڑا کرکے انہیں جو آزادی دینے کی بات کررہی ہے، اس کا حقائق سے دور کا بھی تعلق نہیں، دنیا میں اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے پہلی مرتبہ عورتوں کی قرار واقعی حیثیت پر مہر لگائی، جب تک دنیا اسلامی تعلیمات سے ناواقف تھی، اس وقت تک اسے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ عورت کی کوئی حیثیت ہے یا کوئی شخصیت یا زندگی میں اس کا کوئی شمار ہے، اسلام نے اپنی تعلیمات میں عورتوں کی حیثیت مقرر کی اس طرح سماج میں اس کی اہمیت تسلیم کی گئی، عیسائیت کی پوری مذہبی تعلیم کا جائزہ لے لیجئے، آپ کو ان میں کہیں عورتوں کا کوئی حق نظر نہ آئے گا، یہودی تعلیمات میں بھی عورتوں کی کوئی حیثیت

احوال وطن

نہیں، ایران کے قدیم مذہب میں بھی عورت کے لئے سماج اور معاشرے میں عزت و سربلندی کا کوئی مقام نہیں، شاستروں اور ویدوں کی تعلیمات میں بھی عورت کی نہ تو کوئی مستقل شخصیت تھی نہ مذہبی حیثیت سے آج بھی کسی حصہ کی حقدار ہے، عرب والوں میں بھی عورت سماج کا ذلیل ترین حصہ اور ناقابل توجہ عنصر تھی، پوری دنیا کی مذہبی تعلیم میں عورتوں کے لئے عزت وافتخار کا کوئی مقام نہ تھا، اسلام نے دنیا میں بسنے والے تمام افراد کے حقوق مقرر فرمائے، ہر ایک کی سماجی حیثیت متعین کی تاکہ اس سرزمین پر کوئی بغیر حیثیت نہ رہے، اسلام نے معاشرے کے ہر گوشہ میں عورتوں کو شریک اور حصہ دار بنایا، آج اسی اسلام پر یہ الزام لگایا جارہا ہے کہ اس نے عورتوں کو ان کا جائز مقام عطا نہیں فرمایا، الزام واتہام کی تاریخ میں شاید اس سے بڑا الزام کسی پر نہ لگایا گیا ہو، یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی آفتاب پہ الزام لگائے کہ اس نے روشنی تقسیم کرنے میں بخل سے کام لیا۔

تاریخ کی یہ صداقت بھی حیرتوں میں ڈال دینے والی ہے کہ آج طلاق کے نام پر جس قوم کی پگڑی اچھالی جارہی ہے، بدنامی کا طوق جس کے گلے میں ڈالا جارہا ہے، اس کے یہاں طلاق کے واقعات دوسری قوموں کے مقابلے میں کم اور بہت کم ہیں، امریکہ جو دنیا کا سب سے ترقی یافتہ ملک شمار کیا جاتا ہے ایک سروے کے مطابق ۱۹۹۰ء میں وہاں 2162000 شادیاں ہوئیں اور 1170000 طلاق کے واقعات سامنے آئے، ڈنمارک میں 30894 شادیاں ہوئیں اور 15152 طلاق کے واقعات ہوئے، سوئزرلینڈ میں 46603 شادیاں ہوئیں اور طلاق کے واقعات 1313 ہوئے، ہندوستان میں چار مسلم اکثریتی علاقوں میں 2011 سے 2015 کے درمیان مختلف قوموں کے درمیان ہونے والے طلاق کے واقعات ایک سروے کے مطابق اس طرح ہیں:

مسلمان—1307، عیسائی—4827، ہندو—16505، سکھ—8 ملکی و بین الاقوامی سطح پر واقعات طلاق کے اس سروے کے تناظر میں میڈیا کی جانب سے کئے جانے والے پروپیگنڈوں کی حقیقت بھی سمجھ میں آرہی ہوگی اور طلاق کے نام پہ عورتوں کے حقوق اور ان کی آزادی کے لئے بے چین و مضطرب ارباب اقتدار کے خلوص کی حقیقت بھی۔

دراصل ملک کی ترقی اور خوشحالی کے بلند بانگ نعرے لگانے والی بھارتیہ جنتا پارٹی ہر محاذ پر ناکام ونامراد ہے، بے روزگاری ہندوستانیوں کو اژدھے کی طرح اپنی خوراک بنارہی ہے، عام لوگ غربت وافلاس اور بدحالی کے منحوس سائے میں زندگی گزار رہے ہیں، معاشی اور اقتصادی محاذ پر حکومت بری طرح ناکام ہے، اس لئے ایک شاطر وعیار کھلاڑی کی طرح ارباب حکومت عوام کی توجہ ان حقائق کی طرف سے ہٹانے کے لئے اس طرح کے بے بنیاد اور غیر ضروری مسائل پیدا کر رہے ہیں، میڈیا کے ذریعہ اسے تل کا تاڑ بنایا جارہا ہے، سادہ لوح عوام اصل اور بنیادی مسائل سے ہٹ کر ان بھول بھلیوں میں گم ہو کر رہ گئے ہیں، لیکن یاد رکھئے وقت اور تاریخ سب سے بڑا محاسب ہے، وہ بہت باریک بینی سے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے آپ کی ناکامیوں اور نامرادیوں کی تاریخ مرتب کر رہی ہے، اس کے حقائق سے آپ کبھی منہ نہیں موڑ سکتے اور وہ وقت قریب آرہا ہے جب آپ کو پائی پائی کا حساب چکانا پڑے گا۔ ■■■

ص ۵۷ کا بقیہ.......................

انسان کو اقتدار عطا کرتے ہیں اور سجدے انسان کو وہ اوج وکمال عطا کرتے ہیں جس کا تصور نہیں کیا جاسکتا، کافر تیروں اور تلوار پر بھروسہ کرتا ہے جبکہ مومن کی پیشانی اگر سجدوں کے نور سے روشن ہے تو وہ میدان کارزار میں بے تیغ بھی لڑتا ہے اور کامیاب وکامران ہوتا ہے، تلواروں سے گردنیں کاٹیں تو جاسکتی ہے، جھکائی نہیں جاسکتیں، لیکن سجدوں میں وہ توانائی ہے کہ وہ کفر کی جڑوں کو کاٹ دیتے ہیں اور اونچی اونچی گردنوں کو جھکا دیتے ہیں۔

سجدوں کی پابندی کے ساتھ جو زندگی گزرتی ہے، وہ زندگی اہل دنیا کے لیے چراغ راہ ثابت ہوتی ہے، تخت وتاج اہل سجدہ کی ٹھوکروں میں ملا کرتے ہیں اور اہل تخت وتاج ساجدین کی خدمت میں برہنہ پا حاضر ہوتے ہیں۔ ■■■

از: غلام مصطفےٰ رضوی*

قادیانی فتنہ! اسلام کے خلاف ایک صہیونی سازش

قادیانیت کو تقویت پہنچانے والی نواز حکومت عقیدۂ ختم نبوت سے بغاوت کی دہلیز پر

اِس وقت پاکستان میں عقیدۂ ختم نبوت سے متعلق قانون کو کمزور کرنے کی مہم حکومتی سازشوں سے نمایاں ہے، جس کے سنگین اثرات قادیانی فتنے کی تقویت کی صورت میں رونما ہو سکتے ہیں، تحریک لبیک یارسول اللہ ﷺ نے تحفظ عقیدۂ ختم نبوت کے لیے اپنی کوششیں تیز کیں اور بیداری کا پیغام دیا، جس سے نواز حکومت کی چولیں ہل گئیں، ہم محافظین تحریک عقیدۂ ختم نبوت کے بازوؤں کو سلام پیش کرتے ہیں اور عاشقان مصطفےٰ سے عرض گزار ہیں کہ اپنی نسلوں میں ناموس رسالت ﷺ کے لئے فداکاری کا جذبہ بھر دیں تاکہ قادیانی مشن سبوتاژ ہو اور تحفظ عقیدۂ ختم نبوت کی تحریک ثمر آور ہو، نواز حکومت کے اقتدار کا آفتاب ایسا لگتا ہے کہ زوال کی عمیق وادی میں روپوش ہو جائے گا۔ یاد رکھنے کی بات ہے کہ تحفظ ناموس رسالت یا تحفظ عقیدۂ ختم نبوت ہماری دینی ذمہ داری ہے، اس عقیدے پر حملہ کسی خطے میں ہو، اسے ناکام بنانے کے لیے ہمیں بیدار ہونا ہوگا، ہم مولانا خادم حسین رضوی کی جرأت ایمانی کو سراہتے ہوئے ان کے مشن کی کامیابی کے خواہش مند ہیں۔

قادیانی تحریک اسلام مخالف قوتوں کی منظم سازش کا عملی نتیجہ ہے، جس نے عقائد اسلامی کی فصیل میں شگاف ڈالنے کی کوشش کی اور ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں توہین کی جرأت کی، اس فرقے اور فتنے سے امت مسلمہ کے ہر فرد کا باخبر ہونا ضروری ہے تاکہ ان کے فتنہ و شر سے عقیدہ و ایمان محفوظ رہ سکے، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں سب سے نمایاں کردار علما اور مسلمانوں نے ادا کیا، انگریز کو اس سے مسلمانوں کی ایمانی تپش اور حمیت کا اندازا ہو گیا، انھیں محسوس ہوا کہ جب تک مسلمان متحد رہیں گے ان کا اقتدار خطرے میں رہے گا، انگریزوں نے مسلمانوں میں انتشار و افتراق کو پروان چڑھایا، انھیں ملت کی آستینوں میں ایسے افراد مل گئے جو ان کے مشن کو فروغ دینے کا سبب بنے، متعدد فرقے انگریزوں کی کوششوں سے معرض وجود میں آئے، جن میں ایک نمایاں فرقہ ''قادیانی'' ہے، جس کے بانی کذاب مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۹۰۰ء میں انگریز کے زیر اثر نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، حالاں کہ مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضور رحمت عالم سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔

اس پر نص قطعی اور احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پہلے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کی اور اس سے جہاد فرمایا اور جاں فروشی کی مثال قائم کر کے امت مسلمہ کو درس دے دیا کہ ناموس رسالت مآب ﷺ کے لیے جانوں کا نذرانہ پیش کیا اور کسی کذاب یا قادیانی کو پنپنے نہ دیا جائے، گویا اسوۂ صدیقی ہر جھوٹے مدعی نبوت کی سرکوبی کے لیے رہ نما اور رہبر ہے، انگریز نے قادیانیت کو ہر ممکن مدد فراہم کی اور آج بھی اس فتنے کو انگریز کی مکمل سرپرستی حاصل ہے، یہ پوری دنیا میں مال و زر کی بنیاد پر سرگرم ہیں اور اپنے مکر و فریب کے ذریعے ایمان کی دولت قلب مسلم سے چھین لینا چاہتے ہیں۔

قادیانیت برطانوی حکومت کی سرپرستی میں پروان چڑھ رہی ہے، انھیں سٹیلائٹ کی قوت مہیا کر دی گئی ہے جس سے ان کا ٹیلی ویژن ۲۴ گھنٹے اپنے جھوٹے عقائد کی تشہیر کر رہا ہے، یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ یہودی مسلمانوں کے تو خون کے پیاسے ہیں لیکن اسرائیل میں قادیانیوں کو ہر طرح تبلیغ کی چھوٹ دے رکھے ہیں، اسی طرح روس میں جہاں کمیونزم کے

نام پر مذہب کو پابند سلاسل کر دیا گیا تھا، وہاں قادیانیت مستحکم ہے اور یہی کچھ سہولتیں جرمنی و فرانس اور دوسرے خطوں نیز مغربی ملکوں میں انھیں میسا ہیں۔

جب اس فتنے نے سر اٹھایا تو علما نے اس کے سد باب میں کمر کس لی اور تصنیف و تالیف و تقریر و تحریر کے ذریعہ قادیانیت کا رد و تبلیغ فرمایا، اس سلسلے میں علمائے حرمین طیبین نے امام احمد رضا قادری محدث بریلوی (م ۱۹۲۱ء) کی تحریک پر قادیانی و دیگر فرق ہائے باطلہ کے لئے کفر کا فتویٰ صادر کیا جو ۱۳۲۴ھ میں جاری ہوا اور حسام الحرمین کے نام سے اس کی اشاعت ہوئی، امام احمد رضا نے اس فتنے کے رد میں متعدد کتابیں بھی لکھیں جو مطبوع ہیں اور آج بھی قادیانی ان سے لرزاں و پریشاں ہیں، اسی طرح بریلی سے ایک مستقل ماہ نامہ بھی جاری فرمایا۔ کتابوں کے نام اس طرح ہیں: جزاء الله عدوه بابائه ختم النبوة، المبین ختم النبیین، السوء والعقاب علی المسیح الکذاب، الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی، قهر الدیان علی مرتد بقادیان، آپ کے فرزند اکبر حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان قادری نے الصارم الربانی علی اسراف القادیانی تصنیف کی جو ۱۳۱۵ھ میں مطبع حنفیہ پٹنہ سے اور بعد کو بریلی، لاہور و ممبئی سے شائع ہوئی، اس دور کے دوسرے علما و مشائخ نے بھی اس فتنے کو طشت از بام کرنے میں جد و جہد کی جن میں حضرت پیر مہر علی شاہ (گولڑہ شریف) کا نام بڑا نمایاں ہے۔

عالمی مبلغ اسلام تلمیذ اعلیٰ حضرت علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی نے اسلام کی تبلیغ کے سلسلے میں پوری دنیا کا دورہ فرمایا، آپ نے افریقہ، سیلون، یورپ، انڈونیشیا، ملائیشیا، برما اور بلاد عربیہ میں قادیانیت کے خلاف کام کیا اور مسلمانوں کو ان کے فریب سے آگاہ کیا، قادیانیت کے رد میں آپ کی انگریزی تصنیف The Mirrior بیرون ممالک بہت مقبول ہوئی، عربی میں اس کا ترجمہ "المرآة" کے نام سے ہوا، اسی طرح اردو میں "مرزائی حقیقت کا اظہار" تحریر فرمائی جس کا ملیشیا کی زبان میں جب ترجمہ شائع ہوا تو وہاں کے مسلمانوں میں تحریک اٹھی اور وہاں قادیانیت کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا، علمائے اہل سنّت کی کوششوں سے ۱۹۷۴ء میں پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا جس کے لیے باضابطہ بل منظور کیا گیا اور آئین کا حصہ بنا دیا گیا، جس کا خلاصہ اس طرح ہے:

> "جو شخص محمد ﷺ جو آخری نبی ہیں کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط پر ایمان نہیں رکھتا یا جو محمد ﷺ کے بعد کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے وہ آئین یا قانون کی اغراض کے لیے مسلمان نہیں ہے۔"

[ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، دسمبر ۱۹۷۳ء، ص ۳۵-۳۶]

قادیانی تحریک کے سد باب میں اعلیٰ حضرت کے محب پروفیسر الیاس برنی (پروفیسر معاشیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن) کی تصنیف "قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ" نے اہم کردار ادا کیا، اس تصنیف نے عالمی شہرت پائی، اس کی جامعیت کی پیر مہر علی شاہ چشتی گولڑوی نے بھی داد دی، نیز آپ نے انگریزی میں بھی اس موضوع پر وقیع کام کیا جس کے اثرات اب بھی پائے جاتے ہیں۔

عصر حاضر میں جب کہ اسلام پر کئی طرح کے حملے کیے جا رہے ہیں، کہیں ناموس رسالت پر حملہ ہے تو کہیں مستشرقین کی تنقیدی سرگرمیاں اور سیرت طیبہ پر اعتراض و گستاخی اور اسلامی قوانین پر اعتراض، ایسے حالات میں قادیانیت کو مزید مستحکم کرنے کے لیے انھیں اسلام مخالف قوتیں تعاون فراہم کر رہی ہیں اور مادی و جدید ٹکنالوجی کے سہارے قادیانی فتنہ مسلمانوں کی تباہی کے درپے ہے، ایسے میں مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت کی نشر و اشاعت کریں اور ہر مسلمان کو اس عقیدے کی اہمیت سے باخبر کریں، اس پر کتابوں کو مختلف زبانوں میں شائع کریں، اخبارات بھی اپنا کردار نبھائیں اور قادیانیت کے رد میں ذہن سازی کر کے امت مسلمہ کے ایمان وایقان کے تحفظ کا فریضہ سر انجام دیں، ابھی ہم

بقیہ ص ۲۴ پر

عبادات

از: علامہ رحمت اللہ صدیقی*

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

انسان کا مقصد تخلیق عبادت ہے، انسان عبادت کے لئے پیدا کیا گیا، قرآن حکیم نے اس کی یوں وضاحت کی ہے، ہم نے جنات اور انسان کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا، رب کائنات کو جب اپنی ربوبیت کا اظہار مقصود ہوا تو اس نے اپنے دست قدرت سے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو وجود بخشا، حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے رب نے اس باب میں فرشتوں سے مشورہ فرمایا۔

قرآن حکیم میں اس کی یوں وضاحت آئی، اور (یاد کرو) جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں، فرشتوں نے جواب دیا، بولے کیا ایسے کو (نائب) کرے گا جو زمین میں فساد پھیلائے گا اور خونریزیاں کرے گا اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں، رب نے فرشتوں کے خدشات کا جواب دیا، فرمایا مجھے (وہ) معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔

عناصر اربعہ آگ، مٹی، ہوا اور پانی سے حضرت آدم کا وجود دتیار ہوا، جسم آدم کی تکمیل کے بعد اس میں روح ڈالی گئی، روح ڈالنے کے بعد رب نے فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدم کو سجدہ کریں، قرآن حکیم میں اس کی یوں تشریح وتوضیح آئی:

"اور یاد کریں جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہ منکر ہوا، غرور کیا اور کافر ہو گیا۔"

یہ سجدہ عبادت نہ تھا، سجدۂ تحیت تھا، سجدۂ تحیت حضرت آدم کی شریعت میں جائز تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام موجودات کا نمونہ، عالم روحانی وجسمانی کا مجموعہ بنایا اور ملائکہ کے لئے حصول کمالات کا وسیلہ کیا تو انہیں حکم فرمایا کہ حضرت آدم کو سجدہ کریں کیونکہ اس میں شکر گزاری اور حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت کے اعتراف اور اپنے مقولہ کی معذرت کی شان پائی جاتی ہے، بعض مفسرین کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے سے پہلے ہی ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا تھا، اس کی سند یہ آیت ہے:

"فاذا سویته ونفخت فیه من روحی فقعوا له ساجدین۔"

سجدہ کا حکم تمام فرشتوں کو دیا گیا تھا، ملائکہ میں سب سے پہلا سجدہ کرنے والے حضرت جبریل ہیں، پھر میکائیل، پھر اسرافیل، پھر عزرائیل پھر اور ملائکہ مقربین، یہ سجدہ جمعہ کے روز وقت زوال سے عصر تک کیا گیا، ایک قول سے یہ بھی ثابت ہے کہ ملائکہ مقربین سو برس اور ایک قول میں پانچ سو برس سجدہ میں رہے۔ [کنزالایمان]

فرشتے حضرت آدم کا سجدہ کر کے انعامات الٰہی واکرامات الٰہی سے شرفیاب ہوئے، فرشتوں میں سجدہ کرنے میں جنھوں نے پہل کی انھیں سردار ملائکہ کا منصب عطا ہوا اور ابلیس نے سجدے سے انکار کیا اور براہ تکبر یہ اعتقاد کرتا رہا کہ وہ حضرت آدم سے افضل ہے، اس کے لئے سجدہ کا حکم معاذ اللہ تعالیٰ خلاف حکمت ہے، اس اعتقاد باطل سے وہ کافر ہو گیا اور اس کی گردن میں ہمیشہ کے لئے لعنت کا طوق ڈال دیا گیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی رفعت شان یہ ہے کہ فرشتے ان کو سجدہ کریں، ان کی تعظیم بجا لائیں اور انسان کی رفعت شان یہ ہے کہ وہ خدا کو سجدہ کرے، فرشتے حضرت آدم کو سجدہ کر کے انعامات الٰہی سے نوازے گئے اور انسان صرف خدا کو سجدہ کر کے نوازشات الٰہی سے سرفراز ہو سکتا ہے۔

* کالم نگار مجلہ پیغام رضا ممبئی کے مدیر اعلیٰ اور ایک ممتاز اسلامی اسکالر ہیں۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

مفسرین اور صوفیا فرماتے ہیں کہ آقائے کریم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معراج خدائے پاک کو اپنے سرکی آنکھوں سے دیکھنے میں تھی، لیکن ایک مومن کو اس وقت معراج حاصل ہوتی ہے جب وہ سجدے کی حالت میں ہوتا ہے، آقائے کریم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۲۷ ر رجب المرجب کو سفر معراج پر روانہ ہوئے اور زمین و آسمان ،عرش و کرسی، جنت و دوزخ اور دوسرے بہت سارے عجائبات قدرت کا مشاہدہ کرنے کے بعد رب کائنات کا اپنے سرکی آنکھوں سے دیدار کیا اور واپس زمین پر تشریف لائے ، ایسا آپ کی ظاہری حیات میں صرف ایک بار ہوا لیکن ایک مومن ۲۴ گھنٹے میں پانچ بار اپنے رب کے حضور سجدۂ بندگی پیش کرتا ہے ، اگر خشیت کے ساتھ سجدۂ خشوع و خضوع کی دولت سے مالا مال ہے تو ہر سجدے میں اسے لذت معراج اور دولت معراج حاصل ہوتی ہے ۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

سجدہ صرف خدا کے لئے جائز ہے، اگر ایک انسان خدائے پاک کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرتا ہے تو یہ اس کا بدترین جرم ہے، ایک ایسا جرم جو اسے مومن کی صف سے نکال کر مشرک کی صف میں کھڑا کر دے گا، اگر توبہ ورجوع سے پہلے مر گیا تو ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم کا ایندھن بن جائے گا، انسان کا مقصد تخلیق عبادت ہے، انسان اپنے رب کی عبادت کے لئے پیدا کیا گیا اور ساری کائنات انسان کے لئے بنائی گئی ، انسان اپنے رب کے لئے بنایا گیا، اب اگر انسان اپنے رب کے حضور جھکتا ہے تو اپنے مقصد تخلیق کو پورا کرتا ہے اور اگر اپنے رب کے حضور نہیں جھکتا ہے تو وہ اپنے مقصد تخلیق سے انحراف کرتا ہے ،جھکنے کی صورت میں انعام و اکرام کا مستحق ہوتا ہے اور نہ جھکنے کی صورت میں عتاب الٰہی کا شکار ہوتا ہے، رب کے حضور جھکنے میں عزت ہے اور نہ جھکنے میں ذلت ہے، جو رب کے حضور جھکتا ہے رب اسے کہیں اور جھکنے نہیں دیتا۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

رب کے حضور جھکنے والوں کے کئی طبقات ہیں، کبھی لوگ کائنات کی ہر چیز سے بے نیاز ہو کر صرف رضائے الٰہی کے لیے اس کی بارگاہ عظمت نشان میں سر نیاز خم کرتے ہیں ، کبھی لوگ صرف اس لئے جھکتے ہیں کہ جھکنا فرض ہے اور کچھ لوگ جھکنے والوں کی نقل کرتے ہیں، اگر انسان روح عبادت کے ساتھ جھکتا ہے ،وہ ہر وقت رحمت الٰہی کی آغوش میں ہوتا ہے، رحمت الٰہی اسے جھولا جھلاتی ہے اور اس کی خواہشات کی تکمیل کرتی ہے ،اس کی زبان میں "کن" کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے ، اس کی زبان سے جو بات نکل جاتی ہے ،وہ ہو کے رہتی ہے، اگر وہ پتھر کو سونا ہونے کا حکم دیتا ہے تو پتھر دفعتاً سونے میں تبدیل ہو جاتا ہے، ہوائیں، فضائیں اور دریا کی روانی سب اس کے زیر اثر ہوتی ہیں، بہر حال اصل عبادت ہو یا نقل عبادت! اس کے اثرات ضرور ظاہر ہوتے ہیں۔

روح عبادت جس انسان کے سجدوں میں جلوہ گر ہوتی ہے، اس سے ایسے ایسے افعال سرزد ہوتے ہیں جو عقل انسانی کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں اور عام انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ انسان ہے یا انسان کے روپ میں کوئی فرشتہ! تاریخ کے دامن میں اس کی بے شمار نظیریں موجود ہیں۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار کبار اولیا میں ہوتا ہے، ایک بار آپ دریا کے کنارے آئے، آپ کو دریا عبور کرنا تھا، اس وقت کوئی کشتی نہ تھی، آپ نے پانی پہ اپنا مصلیٰ بچھا دیا اور چلنے لگے، قریب میں ایک اور شخص دریا عبور کرنے کی غرض سے کشتی کے انتظار میں کھڑا تھا، اس نے یہ سوچ کر کہ کوئی ملاح کشتی لئے جا رہا ہے، حضرت جنید کو آواز دی کہ مجھے بھی ساتھ لے لے، جب قریب پہنچا تو حضرت جنید کو دیکھ کر شرمندہ ہوا، آپ نے اسے تسلی دی کہ شرمندہ ہونے ضرورت نہیں ہے، تمہیں دریا عبور کرنے سے مطلب ہے، آپ نے

اسے اپنے ساتھ کھڑا کرلیا، اس طرح دونوں دریا کے دوسرے کنارے پر اتر گئے۔

حضرت ابراہیم ابن ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار بھی کبار اولیا میں ہوتا ہے، زبردست قوت کشف وکرامات کے مالک تھے، آپ نے تخت شاہی چھوڑ کر فقیری کی قبا زیب تن کی تھی، ایک بار آپ دریا کے کنارے بیٹھ کر اپنی پھٹی ہوئی گدڑی سل رہے تھے، کسی آشنا کی آپ پر نظر پڑ گئی، اس نے طنزیہ انداز میں آپ سے پوچھا کہ اے ابراہیم تخت شاہی چھوڑ کر اس دربدری اور صحرا پیمائی سے تمہیں کیا ملا؟ آپ نے سائل کو جواب دیا کہ کیا تم دیکھنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا ہاں دکھاؤ، کیا دکھانا چاہتے ہو، جس سوئی سے آپ اپنی پھٹی ہوئی گدڑی سل رہے تھے، اسے دریا میں ڈال دیا، تھوڑی دیر کے بعد آپ نے آواز دی کہ اے مچھلیوں میری سوئی لاؤ، اب سطح دریا پر سیکڑوں مچھلیاں اپنے منھ میں سونے کی سوئی لے کر کھڑی ہوگئیں، آپ نے مچھلیوں سے فرمایا کہ مجھے سونے کی سوئی کی حاجت نہیں بلکہ مجھے وہی سوئی چاہئے میں نے دریا میں ڈالی تھی، فوراً ایک مچھلی وہی سوئی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئی، آپ نے سائل سے فرمایا کہ شاہی بادشاہ تھا، تخت شاہی میرے قدموں میں تھا تو میری حکومت محدود انسانوں پہ تھی، میری حکومت کا ایک دائرہ تھا اور میرا حکم اسی دائرے میں چلتا تھا لیکن جب سے میں نے رضائے الٰہی کے لئے تخت وتاج کو ٹھوکر مار دی ہے تو اللہ کی ہر مخلوق میرے زیر فرمان ہے، یہ مالک حقیقی کی بارگاہ میں خلوص کے ساتھ سجدہ ریزی کی برکت ہے۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

یہی حضرت ابراہیم ابن ادہم ہیں، ایک بار آپ کے دل میں کعبۃ اللہ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا، رخت سفر باندھا اور چل پڑے، آپ کے سفر کا انداز بڑا انوکھا تھا، قدم قدم پر سجدۂ شکر، قدم قدم پر دوگانہ عبادت، قدم قدم پر نفل نماز! سوچا جا سکتا ہے کہ آپ کا یہ سفر کتنی دقتوں اور کلفتوں کا سفر رہا ہوگا بلکہ یہ کہا جائے تو درست ہوگا کہ کتنا ایمان افروز اور روح پرور سفر رہا ہوگا، ان ساری سعادت مندیوں کے بعد جب آپ حرم کعبہ میں داخل ہوتے ہیں تو آپ کی حیرتوں کی انتہا نہ رہی، دیکھا کہ جان سفر نہیں ہے، حاصل سفر نہیں ہے اور مقصود سفر نہیں ہے، یعنی کعبۃ اللہ نہیں ہے، آنکھوں کو مل رہے ہیں کہ کہیں سمت منزل تو نہیں بدل گئی ہے، جسم پہ چٹکیاں لے رہے کہ کہیں غنودگی تو طاری نہیں ہے، دیوار و در کو آنکھیں پھاڑ کر دیکھ رہے ہیں کہ کہیں راستہ تو نہیں بدل گیا ہے، اسی حیرت واستعجاب میں غیب سے آواز آتی ہے کہ اے ابراہیم سمت منزل بھی وہی ہے اور در بھی وہی ہے، محراب ومنبر بھی وہی، تم پر غنودگی بھی طاری نہیں ہے، یہ سچ ہے کہ جان سفر نہیں ہے، مقصود سفر نہیں ہے، حاصل سفر نہیں ہے یعنی کعبۃ اللہ نہیں ہے، سنو وہ ہماری بندی رابعہ کے استقبال کے لئے گیا ہے۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

یہ ساری برکتیں سجدوں کی ہیں، جب روح عبادت کے ساتھ سجدہ ہوگا تو انوار وتجلیات کی بارات صحن قلب پر اترتی ہوئی نظر آئے گی، رحمتوں کی بارش میں پورا وجود نہاتا ہوا دکھائی دے گا، فرشتوں کی قطاریں زیارت میں لگی ہوں گی، عزتیں، رفعتیں اور سعادتیں قدموں میں بچھتی ہوئی نظر آئیں گی، تاجداران زمانہ دست بوسی وقدم بوسی کے لئے صف بہ صف کھڑے ہوں گے، آج ہماری نسلیں کٹ رہی ہیں، عصمتیں لٹ رہی ہیں، آبادیاں ویرانے میں تبدیل ہو رہی ہیں، دیوار و در پہ خوف وحراس کے سائے رینگ رہے ہیں، زمینیں تنگ ہو رہی ہیں اور جینے کے جائز حقوق ہم سے چھینے جا رہے ہیں، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہماری پیشانیاں سجدوں کے نور سے خالی ہو چکی ہیں، قانون الٰہی پہ عمل کا جذبہ سرد پڑ چکا ہے اور ماضی کی حسین روایتوں سے ہمارا رشتہ ٹوٹ چکا ہے، ہمارے سامنے قرآن حکیم دستور حیات کی شکل میں موجود ہے، اس سے بہتر دستور دنیا کی کسی قوم کے پاس نہیں ہے، احادیث مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن حکیم کی تفسیر کی

صورت میں موجود ہیں، محبوبانِ الٰہی کی سیرت کے نقوش ستاروں کے مثل چمک رہے ہیں، جو دولتیں اور زندگی گزارنے کے سرمائے ہمارے پاس ہیں، وہ دنیا میں کسی قوم کے پاس نہیں ہے، ہم نے دنیا کو طرزِ حکومت سے آشنا کیا ہے، دنیا تاریک تھی ہم نے قانون الٰہی و اخلاق نبوی سے اسے روشن کیا ہے، ہم نے دنیا کو جینے اور زندگی گزارنے کا شعور عطا کیا ہے پھر بھی ہمیں حرف غلط کی طرح مٹانے کی کوششیں ہو رہی ہیں، اس لئے ہمیں اپنے اندر جھانکنا ہوگا، اپنے شب و روز کا جائزہ لینا ہوگا اور ماضی کی روشنی میں ہمیں مستقبل کا پروگرام بنانا ہوگا، تب جا کر زمینیں ہمارے لئے کشادہ ہوں گی اور ہماری کھوئی طاقت ہمیں واپس ملے گی۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

خوف وخشیت اور خلوص نیت کے سجدے میں وہ تاثیر ہوتی ہے کہ کائنات کی ہر شئے کو انسان آئینے کی طرح دیکھتا ہے اور انھیں اپنی خواہشات کے مطابق استعمال کرتا ہے، مشیت اور اختیار دو الگ الگ چیزیں ہیں، انسان خود بظاہر مفلوک الحال، پراگندہ لباس اور بے سروسامان نظر آتا ہے لیکن وہ مخلوق خدا میں جس کو چاہتا ہے، اس کی مفلوک الحالی، بے سروسامانی اور تنگی مال وزر کو اشاروں میں دور کر دیتا ہے، سجدے عرفان ذات و عرفان کائنات کی ساری راہیں انسان پہ کشادہ کر دیتے ہیں پھر انسان اس منزل پہ پہنچ جاتا ہے جہاں کعبہ اس کے طواف اور زیارت کا مشتاق ہوتا ہے۔

سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبہ کا طواف
کعبہ کرتا ہے طواف در والا تیرا

اولیائے زمانہ میں حضرت رابعہ بصری کا نام سرخیوں میں آتا ہے، ان کے عہد میں مسافران راہ سلوک ان کی محفل میں کسب نور کے لئے حاضر ہوتے تھے، انھوں نے رضائے مولیٰ کے لیے خود کو کائنات کی ہر شئے سے الگ کر لیا تھا، کسی نے ان سے کہا کہ آپ شادی کیوں نہیں کرتیں، انھوں نے جواب دیا کہ دو کے حقوق ادا کرنے کی خود کو اہل نہیں پاتی، ان کی خدا دوستی کا حال یہ تھا کہ ایک بار اپنے ایک ہاتھ میں آگ اور دوسرے میں پانی لے کر انتہائی جلالی کے عالم میں جا رہی تھیں کہ کسی بزرگ نے انہیں اس حال میں دیکھ کر پوچھا کہ یہ آگ اور پانی لے کر آپ کہاں جا رہی ہیں؟ تو فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ اس پانی سے جہنم کو بجھا دوں اور اس آگ سے جنت کو جلا دوں تاکہ کوئی جہنم کے خوف اور جنت کی خواہش میں عبادت نہ کرے بلکہ اس کی عبادت صرف اور صرف خدا کے لیے ہو۔

حضرت رابعہ بصری کا بہت مشہور واقعہ ہے کہ ان کی ولایت اور خدا دوستی کی شہرت سن کر ملک شام سے کچھ لوگ بصرہ سے ان کی زیارت کے شوق میں حاضر ہوئے، جب وہ لوگ بصرہ شہر میں داخل ہوئے تو اہل بصرہ سے حضرت رابعہ کا پتہ پوچھا چونکہ اہل بصرہ حضرت رابعہ کو پاگل اور مجنونہ سمجھتے تھے، ان کی عرش نشان عظمت کا اہل بصرہ کو عرفان نہ تھا، بعض اہل اللہ خود کو اس حال میں رکھتے ہیں کہ اہل زمانہ ان کی حقیقتوں سے آشنا نہ ہو سکیں اور انہیں قرب الٰہی کی راہوں میں کسی قسم کی دقت کا سامنا نہ ہو، اہل بصرہ نے مسافروں کے لباس اور ان کے چہروں کی کیفیتوں سے سمجھ لیا تھا کہ یہ لوگ دور دراز کا سفر کر کے آئے ہیں، مسافروں نے جب اہل بصرہ سے حضرت رابعہ کا پتا پوچھا تو اہل بصرہ نے جواب دیا کہ تم لوگ دور دراز کا سفر کر کے آئے ہو، اس لیے تھوڑا آرام کر لو پھر ہم تمہیں رابعہ کا پتہ بتا دیں گے، اہل عقیدت تھے اس لیے جلد سے جلد حضرت رابعہ کی زیارت سے شاد کام ہونا چاہتے، مسافروں نے کہا کہ تم لوگ ہماری پریشانیوں کی قطعی فکر نہ کرو، ہمیں صرف حضرت رابعہ کا پتہ بتا دو، جب اہل بصرہ نے مسافروں کی عقیدت اور ان کا اضطراب واصرار دیکھا تو فرمایا کہ جب تم لوگوں کی نگاہوں میں ہماری مہمان نوازی اور مسافر دوستی کی کوئی قدر نہیں ہے تو سنو جاؤ جنگلوں میں، بیابانوں میں اور پہاڑ کی گھاٹیوں میں ایک پگلی، مجنونہ اور دیوانی عورت ملے گی، جو بے سرو پا باتیں کرتی ہوئی نظر آئے گی، اسی کا نام رابعہ ہے، اہل بصرہ نے حضرت رابعہ کا جو تعارف پیش کیا، اسی

عبادات

کی روشنی میں مسافران شام اپنے قبلۂ عقیدت، حاصل سفر اور مقصود سفر کی تلاش میں پہاڑوں اور بیابانوں کی طرف چل پڑے جب کچھ سفر طے کرلیا تو ایک مقام پر ایک ایسا منظر انہوں نے دیکھا کہ اس کے پہلے ایسا منظر ان کی آنکھوں نے کبھی دیکھا نہیں تھا، انہوں نے دیکھا کہ جنگل کے کچھ درندے، شیروں یا چیتوں اور وحشی جانوروں نے ایک چشمے پر بکریوں کی ایک جماعت کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے، مسافروں کے دل میں خیال گزرا کہ ایسا لگتا ہے کہ یہ بکریاں رابعہ کی ہیں، اس لیے ہم واپس چلتے ہیں اور اہل بصرہ سے کہتے ہیں کہ رابعہ کی بکریوں کو شیروں، چیتوں اور وحشی جانوروں نے اپنے نرغے میں لے رکھا ہے، اس لیے بلم بھالہ اور دوسرے دفاعی سامان لے کر چلو تا کہ رابعہ کی بکریوں کو ان درندوں سے بچایا جا سکے۔

ابھی یہی گفتگو چل رہی تھی کہ مسافروں میں وہ لوگ جو زیادہ حساس تھے انہوں نے کہا کہ ایسا کرنا عقل کے خلاف ہے، ہم یہاں سے بصرہ جائیں گے، اہل بصرہ کو تیار کریں گے پھر واپس آئیں گے، اس میں کافی وقت لگ جائے گا، جب تک یہ درندے رابعہ کی بکریوں کو صاف کر جائیں گے، اس لیے بصرہ نہ جا کر ہم یہیں کہیں رابعہ کو تلاش کرتے ہیں، اگر وہ مل جاتی ہیں تو انھیں سارے حالات بتائیں گے ممکن ہے کہ وہ خود ہی اپنی بکریوں کی حفاظت کا سامان کرلیں، اب لوگ حضرت رابعہ کی تلاش میں آگے بڑھے لیکن اب مسافروں کے چلنے کا انداز پہلے سے مختلف ہے، انتہائی محتاط انداز میں قدم آگے بڑھا رہے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ درندے قدموں کی آہٹ پا کر ہماری طرف متوجہ ہو جائیں، اب حال یہ ہے کہ کوئی پتا کھڑکتا ہے تو دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں، خوف وہراس کے ماحول میں آگے بڑھے، ابھی تھوڑی دور چلے تھے کہ دیکھا کہ ایک عورت سجدے کی حالت میں اپنے رب سے مناجات میں مصروف ہے، جب لوگ قریب ہوئے تو حضرت رابعہ نے سلام پھیرا اور سلام پھیرنے کے بعد لوگوں سے ان کی خیریت پوچھی، مسافروں نے کہا رابعہ ہماری خیریت تم بعد میں پوچھنا پہلے تم اپنی بکریوں کی حفاظت کا سامان کرو، تمہاری بکریوں کو جنگل کے درندوں نے اپنے حصار میں لے رکھا ہے، اگر تاخیر ہوئی تو جنگل کے وہ درندے تمہاری بکریوں کو صاف کر جائیں گے، حضرت رابعہ نے ان کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں دی، حضرت رابعہ نے پھر پوچھا کہ لوگو! تمہارے گھر والے تمہارے متعلقین خیریت سے تو ہیں؟ اتنا سننے کے بعد مسافروں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا لیکن ابھی چھلکنے نہ پایا تھا، مسافروں نے جواب دیا کہ رابعہ یہ ساری باتیں ہم بعد میں بتائیں گے پہلے تم اپنی بکریوں کی حفاظت کا سامان کرو، حضرت رابعہ نے پھر ان کی باتوں پہ کوئی توجہ نہیں دی اور پوچھا کہ لوگوں تمہارے محلے والے، پاس پڑوسی کے لوگ عافیت سے تو ہیں؟ اب اس آخری سوال پر مسافروں کا پیمانہ چھلک پڑا، مسافروں نے جواب دیا کہ رابعہ اہل بصرہ نے ہمیں بتایا تھا کہ رابعہ پگلی ہے، رابعہ دیوانی ہے، رابعہ مجنونہ ہے لیکن ہم نے ان کی باتوں پر یقین نہیں کیا تھا، اب ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ تم پگلی ہو، تم دیوانی ہو، تم مجنونہ ہو، مسافروں کی بے تکی باتوں کو سننے کے بعد حضرت رابعہ کو جلال آ گیا اور اسی عالم جلال میں حضرت رابعہ نے مسافروں کو جواب دیا کہ کیا کہا؟ میں پگلی ہوں، میں دیوانی ہوں، میں مجنونہ ہوں، ارے نادانو! سنو پگلی میں نہیں، پگلے تم ہو، دیوانی میں نہیں، دیوانے تم ہو، مجنونہ میں نہیں، مجنوں تم ہو، ارے تمہیں معلوم نہیں جب سے رابعہ نے اس مالک حقیقی اور مسجود حقیقی کی بارگاہ میں سر کو جھکانا شروع کیا ہے، جنگل کے سارے درندے، پرندے رابعہ کی بارگاہ میں خود کو جھکانے لگے ہیں، انہیں یہ علم ہو جانے کے بعد کہ یہ بکریاں رابعہ کی ہیں، کسی درندے کی مجال نہیں کہ انہیں ٹیڑھی آنکھ دکھا سکے، وہ درندے بکریوں کو چرانے کو بعد صاف وشفاف چشمے پر پانی پلانے کے لیے لے گئے ہیں۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

سجدے انسان کو قرب الٰہی کی لذتوں سے آشنا کرتے ہیں سجدے انسان کو آقائی عطا کرتے ہیں، سجدے بقیہ ص ۵۰ پر

از: حضرت علامہ احسان الحق نعیمی*

رضویوں کا وکیل

قندِ مکرر

رضوی عالم میں کہیں ہوں، کتنے ہی دور دراز ہوں، عقیدت و نیاز مندی کے تعلقات جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی ذات والا کے ساتھ وابستہ ہیں وہ ہر لمحہ و ہر آن انھیں بریلی کی طرف مائل رکھتے ہیں۔

حضرت رضا کے دل دادوں ہی کو کچھ خبر ہے کہ رات دن میں کتنی مرتبہ ان کی آنکھیں آستانۂ رضویہ کی طرف اٹھتی ہیں اور وہاں کی خبر معلوم کرنے اور اپنے معروضات نیاز مندانہ پہنچانے کے لئے ان کا دل آرزو مند بے چین ہوتا ہے اور کسی پیامی اور وسیلہ کے جویاں ہوتے ہیں۔

ان کے لئے کتنے مسرت کا مقام ہے کہ ان کی طرف سے آستانۂ مبارکہ پر جماعت رضائے مصطفیٰ بحیثیت وکیل حاضر ہے جس نے اعلیٰ حضرت قبلہ کے کلام مبارک کو ان کے حلقہ بگوشوں تک پہنچانا اپنی زندگی کا بہترین مقصد قرار دے لیا ہے اور وہ اس خدمت کو اس سرگرمی سے انجام دے رہی ہے جس کا اعتراف حلقہ بگوشان اعلیٰ حضرت کے قلوب ہی کر سکتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام مبارک کا کتب و رسائل کی شکل میں شائع کرنا اور طلب گاروں تک پہنچانا یہ کام تو آج تک جماعت انجام دے رہی ہے مگر آستانہ مبارک کی اطلاعات اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی زندگی کے پاکیزہ حالات جو رضویوں کے لئے راحت روح اور تسکین قلب ہیں، ان کا کوئی انتظام نہ تھا۔

اس فقیر نے اس کا احساس کیا اور چاہا کہ ایک ایسا سلسلہ قائم کیا جائے جس سے وابستگان دامن اعلیٰ حضرت قدس سرہ دور افتادگی میں بھی آستانہ کے حالات سے بے خبر نہ رہیں، مسلسل طور پر ماہ بماہ ان کو یہاں کے حالات کی اطلاع مل جایا کرے اور آستانہ مبارکہ سے ایک ماہوار رسالہ بھیج کر ان کی تسکین خاطر کرے، مہینہ بھر تک اس سے اپنے آقا کے دیار کی خبروں کے مزے لیا کریں اور محبت کی نگاہوں سے دیکھا کریں، عقیدت کے جذبات سے سینوں پر رکھا کریں، شوق کے عالم میں زبان حال سے پوچھا کریں:

"اے نامۂ محبوب تو کس کی یادگار ہے، کہاں سے چلا ہے، کیا دل آویز خوشبوؤں میں بسا ہے، کیسی روح افزا تجلیاں لایا ہے، کس کی خبریں سناتا ہے، تیرے پاس کیسے کیسے انمول موتی ہیں، اسلامی حمایت کے لئے تیرے دست و بازو کیسے چست ہیں، خدمت دین میں تیری کمر کس مضبوطی سے بندھی ہے، اے میدان کے مرد، دین کے حامی میری آنکھوں میں آ، دل میں سما۔

تو میرا رفیق جان ہے، محبوب ایمان ہے، شاباش خدا تجھے زندہ سلامت رکھے، دن دونی رات چوگنی ترقی ہو، تو ٹوٹے دل کا سہارا ہے، بے کسی کا انیس ہے، مرحبا مرحبا، ایک عاشق، محبوب کی خبر لانے والے کی جو قدر کرتا ہے، کاغذ کے صفحات پر اس کا پورا نقشہ کھینچا جا سکتا ہے، میری اس خدمت کی قدر دانی وہی لوگ کر سکیں گے، جن کے دل اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامن کرم سے بندھے ہوئے ہیں۔"

آستانہ کی حاضری کے زمانہ میں بہترین خدمت جو میں کر سکتا ہوں اور نفیس ترین ہدیہ جو رضوی احباب کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں، وہ یہ ماہوار رسالہ یادگار رضا ہے، مجھ سے جو ہو سکا، میں نے اپنی خدمت انجام دی، جماعت مبارکہ نے اپنی سعی بے دریغ خرچ کی، آپ کو آپ کے

بقیہ ص ۲۰ پر

* مضمون نگار ماہنامہ یادگار رضا، بریلی شریف کے مدیر اول اور مرکز اہل سنت کے ایک معتبر مفتی تھے۔

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2017-19
FEBRUARY-2018
PAGES 60 WITH COVER
PER COPY : ₹20.00
PER YEAR : 250.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan



HADEETH SHAREEF



Hazrat Abdullah Ibn Amr (Radiyallahu Anhu) said: I was told that Allah's Massenger (Sallallahu Alaihi Wa Sallam) had said, "Prayer" engaged in by a man while sitting counts as half the prayer, so I went to him sitting counts as half the prayer, so I went to him and I found him praying while sitting, and I put my hand on his head. He said, "What is the matter with you, Abdullah Ibn Amr?" I replaced: "I have been told, Massenger, of Allah (Sallallahu Alaihi Wa Sallam), that you said that prayer engaged in by a man while sitting counts as half the prayer, Yet you yourself are praying while sitting. "He said, "He said, "Yes, but I am not like one of you."

(Muslim Sharif)